موجِ غزل کتابی سلسلہ نمبر ۱۷۴ تا ۱۷۵

فیس بک کے عالمی ادبی گروپ ''موجِ غزل'' کے زیرِ اہتمام منعقدہ
مشاعرہ نمبر ''۱۷۴'' اور ''۱۷۵'' پر مبنی برقی کتاب

موجِ غزل

مشاعرہ نمبر ۱۷۴ منفرد ردیف رنگ

مشاعرہ نمبر ۱۷۵ منفرد قافیہ رنگ

گروپ منتظمین:

ہاشم علی خان ہمدم
نوید ظفر کیانی
روبینہ شاہین بینا
نادیہ سحر
قدسیہ ظہور

مرتبہ:

نوید ظفر کیانی

مکتبۂ ارمغانِ ابتسام

mudeer.ai.new@gmail.com

خیالوں کا جالا

انسانی شعور کا دریچہ کھلتے ہی منتشر اور بے ربط سوچیں سیلاب کی مانند لاشعور سے نمودار ہوتی ہیں اور جہان حیرت میں پرت در پرت حیران کرتی چلی جاتی ہیں۔سوچ کا سفر انسان پر فطرت کے سربستہ راز کھولتا ہے۔خیال ہی علم کی نمود ہے اور اسی میں شعور کی بود ہے۔خیال کی کھیتی ہری رہے تو سبزگی الفاظ کا روپ دھار لیتی ہے۔حرفِ سخن کی کونپلیں روئیدگی پا کر مہکتے پھولوں میں ڈھلتی ہیں۔سوچ کا فطری سفر داخلی کائنات سے خارجی کائنات تک جاری رہتا ہے مگر سوچ کی کوئی منزل نہیں۔جب تک شعور بیدار ہے لاشعور سے پیکار ہے۔جاننے اور نہ جاننے کی کش مکش سے بے شمار سوالات پیدا ہوتے ہیں اور انسان جوابات تلاشتا چلا جاتا ہے۔وہ لامکاں سے مکاں اور مکاں سے لامکاں تک ماضی بعید ترین اور مستقبل بعید ترین کا مسافر ہے۔خودشناسی کا سفر ہی انسان کی شناخت ہے۔یہی زندگی ہے۔یہی روشنی ہے۔حقیقت اپنی پہچان کروا لیتی ہے۔تیسری آنکھ سے دیکھنا شرط ہے۔بصیرت خیال ہی خیال میں ہے اور یہ سفر جاری رہنا چاہیے۔

سخن انسانی ذہن کی پرت در پرت الجھی ڈوریوں کا جالا ہے۔اسی

جالے سے کشیدہ حرف شعر میں ڈھلتے ہیں اور شعور کی آبیاری اسے مہمیز رکھتی ہے۔مشاہدہ اس فکری جالے کی الجھن سلجھاتا ہے اور تجربہ اس کی پیچیدہ گانٹھوں کا راز کھولتا ہے۔روایت سے جدت تک یہ جالا الجھتا اور سلجھتا رہا ہے۔اہلِ سخن دستِ ہنر سے اس کی گتھیاں سلجھاتے گزرے ہیں۔موجِ غزل اہلِ علم و ہنر کے تخلیقی سفر میں شریک ہے۔اس تخلیقی سفر میں میرے رفیق محترم نوید ظفر کیانی، محترمہ روبینہ شاہین بینا، محترمہ قدسیہ ظہور اور محترمہ نادیہ سحر کی خدمات قابلِ تحسین ہیں۔موجِ غزل کے تمام میزبانوں بالخصوص عرفان قادر، شہناز رضوی، جیا قریشی، دلشاد نسیم، محمد رضا نقشبندی، شاہین فصیح ربانی اور نور جمشید پوری کی موجِ غزل سے دلی وابستگی کو سلام پیش کرتا ہوں۔

موجِ غزل عالمی مشاعرہ نمبر ۱۷۴ اور ۱۷۵ پر مشتمل غیر طرحی منفرد قافیہ اور منفرد ردیف رنگ کا کتابی سلسلہ پیش خدمت ہے۔دعا ہے کہ اہالیانِ موجِ غزل شاد باد رہیں۔آمین

ناظم علی خان ناظم

بانی منتظم موجِ غزل ادبی فورم

احمد آفاق

نام خواجہ محمد آفاق، تخلص احمد آفاق، تعلیم: ایم۔اے انگریزی، ایل۔ایل۔بی، پیشہ وکالت، رہائش نیلم ویلی آزاد کشمیر، شہر میرپور آزاد کشمیر، شاعری کی ابتداء زمانہ طالبعلمی سے ہوئی۔ اصناف سخن میں غزل پسندیدہ ترین ہے۔ کتاب فی الحال کوئی شائع نہیں ہوئی۔ اس کا نمائندہ شعر ہے ؎

ٹکڑے کیے گئے میرے سارے وجود کے
کشمیر تھا میں دوستو بانٹا گیا مجھے

ای میل ایڈریس: afakgmi@gmail.com

غزل

اُس کے بارے نہ کسی وہم کو پالا جائے
اب کسی اور ہی صورت کو خیالا جائے

کر لے وہ آخری دیدار میری خواہش ہے
میرے لاشے کو کنارے پہ اُچھالا جائے

اب تو دُشوار ہوا جاتا ہے سانسیں لینا
ہے ضرورت کہ درختوں کو سنبھالا جائے

ایک دُنیا وہاں بستی ہے، خُدارا سوچو!
کوڑے کرکٹ کو نہ دریاؤں میں ڈالا جائے

کس طرح روز کے کاموں میں لگاؤں دل کو؟
کس طرح یار اُسے دل سے نکالا جائے؟

اُس سے میں نے ابھی کرنی ہیں ضروری باتیں
دو منٹ کے لیے تقدیر کو ٹالا جائے

اسیر ایاز

نام ایاز حسین چنہ، تخلص اسیر ایاز، تعلیم انٹر پاس۔ ملازمت کے پیشے سے منسلک ہیں۔ پوسٹ آفس رادھن اسٹیشن تعلقہ میہڑ تحصیل دادو سندھ پاکستان میں مقیم ہیں۔ شاعری ابتدا ۲۰۱۷ء میں کی۔ اصناف سخن میں نعتِ رسولِ مقبول کو محبوب ذریعۂ اظہار تصور کرتے ہیں۔ کتاب تادمِ تحریر کوئی شائع نہیں ہوئی۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے ۔

عشق کے عتاب کی ہے شکار زندگی
میرے ہاں سو اُترے بے بسی کا موسم ہے

ای میل aseerayazchanna@gmail

غزل

حسین صورت خیال میں ہے
تری تو الفت خیال میں ہے

طواف کرتے ہیں حسن کا ہم
حسیں عبادت خیال میں ہے

وفا کی بنیاد پر جلانا
چراغِ تربت خیال میں ہے

ہے زلفِ پیچاں پہ حال ویراں
اُداس مورت خیال میں ہے

مجھے تو ایمان دے خدایا
تری عبادت خیال میں ہے

مثال ہیں ایک ہم وفا کی
کہاں عداوت خیال میں ہے

کرے ہے کوئی اسیر ہم کو
نگہِ عنایت خیال میں ہے

اعجاز کشمیری

نام اعجاز کشمیری، تخلص اعجاز، پی ایچ ڈی میں زیرِ تعلیم ہیں۔ تاحال کسی پیشے سے منسلک نہیں ہوئے۔ تعلق بھمبر آزاد کشمیر سے ہے تاہم فی الحال چین کے شہر ینگچو میں مقیم ہیں۔ شاعری کی ابتدا دوسری جماعت سے کر دی تھی۔ شاعری میں جن اصناف سخن میں طبع آزمائی کی، اُن میں غزل، نظم، قطعات وغیرہ شامل ہیں۔ سحر دوپٹہ کے نام سے ایک تصنیف زیرِ طبع ہے۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے ۔

سمجھا ہے قاری شعر دو سطریں ہیں اور کچھ بھی نہیں
لکھنے میں کتنا خُوں جلا ہے اُس کو اِس کی کیا خبر

ای میل ایڈریس: drijazi@gmail.com

غزل

سب کے ہونٹوں پہ ہی تالا ہے خدا خیر کرے
اسے کہتے ہیں اجالا ہے خدا خیر کرے

جو ہمیشہ سے زمانے کا چلا آیا ہے
خود کو اُس رنگ میں ڈھالا ہے خدا خیر کرے

اُس نے بھی تحفۂ ہجراں پہ کہا ہے شائد
دو اداؤں میں حوالہ ہے، خدا خیر کرے

وہ اُدھر چُوڑی جو کھنکے تو اِدھر جوش بڑھے
کیسا انداز نرالا ہے خدا خیر کرے

قافلہ میرا لٹا اُس کی سیاست سے اعجازؔ
اُس کو حاکم بنا ڈالا ہے خدا خیر کرے

نام انعام الحق معصوم صابری، تخلص معصومؔ، تعلیم گریجوایشن۔ ملتان پاکستان سے تعلق ہے۔ شاعری کی ابتدا ۱۹۸۰ء میں کی تاہم باقاعدہ آغاز ۲۰۱۰ء میں کیا۔ ابتدا بحیثیت بچوں کا لکھاری ۱۹۹۰ء میں کہانیوں کی انعام یافتہ کتاب ''شور نہیں کروں گا'' منظرِ عام پر آئی۔ نثر میں افسانے، انشائیے اور مضامین لکھتے ہیں جبکہ شاعری میں نعت و غزل پسندیدہ اصنافِ سخن ہیں۔

اِن کا نمائندہ شعر ہے ؎

کتنا معصوم حسیں ہو گا وہ لمحہ جس دم
آپ کا مجھ کو سرِ حشر وہ اپنا کہنا

inam.masoom@yahoo.com

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

مکّہ نظر میں پاک مدینہ خیال میں
ہر وقت رہتا گنبد خضرٰی خیال میں

لب پر درود، دل میں تو رہتا سلام ہے
اسوہ نبی کا آپ کے ہوتا خیال میں

عالم سے دور ہوتی ہے تاریک رات جب
رحمت کرم کا نور چمکتا خیال میں

خوشبو پسینے پاک کی طیبہ میں کوبکو
صلّی علیٰ سے گل بھی مہکتا خیال میں

الفاظ پاک اور ہیں اشعار دلنشیں
معصومؔ نعت کا ہے اچھوتا خیال میں

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

در پہ آقا کے الٰہی تو بلا لے مجھ کو
اور نعلین میں آقا کے بسا لے مجھ کو

میرے اللہ تو برائی سے بچا لے مجھ کو
اور دامن میں تو رحمت کے چھپا لے مجھ کو

تھام دامن ہے لیا شوق سے جب آقا کا
خوف کس بات کا کوئی جو سنبھالے مجھ کو

دور یارب مرے دل کا تو اندھیرا کر دے
اور مل جائیں قمر شمس اجالے مجھ کو

کاش ٹکڑوں میں یونہی آپ کے کھاؤں آقا
اور ملتے ہی رہیں در کے نوالے مجھ کو

نعت میں آپ کی یوں ڈوب کے لکھوں آقا
عشق دریا سے نہ اب کوئی نکالے مجھ کو

دل سے معصومؔ دعا رب سے یہی ہے میری
آج طیبہ کا مسافر بھی بنا لے مجھ کو

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

مرے دل میں اجالا ہو گیا ہے
قمر کا مجھ پہ ہالہ ہو گیا ہے

ذرا ملنے کا یہ انداز دیکھو
صنم کتنا نرالا ہو گیا ہے

سنبھالے ایسے رکھا ہاتھ کا
مرے جیسے وہ چھالا ہو گیا ہے

وطن سے دور ہے تو یوں لگا ہے
کہ دل سے بھی نکالا ہو گیا ہے

ہوا معصومؔ غم مشترکہ اپنا
یہی اپنا حوالہ ہو گیا ہے

بشریٰ خلیل

نام بشریٰ خلیل، تخلص بشریٰؔ۔ ایم اے، بی ایڈ کیا ہوا ہے۔ درس و تدریس سے وابستہ رہی ہیں اور اقراء آرمی پبلک سکول اینڈ کالج، کوئٹہ میں ہیڈ مسٹریس رہی ہیں، اب ریٹائرڈ زندگی گزار رہی ہیں۔ ساہیوال سے تعلق ہے تاہم عمر کا ایک بڑا حصہ کوئٹہ میں گزرا، چیچہ وطنی، ساہیوال میں مقیم ہیں۔ باقاعدہ لکھنے کی ابتداء کالج کی ادبی تنظیم سے ہوا، ملازمت کے دوران سکول کے طلباء و طالبات کے لئے بہت سے خاکے اور نغمے لکھے۔ پی ٹی وی کے بچوں کے پروگرام ''کونپلیں'' میں بچوں کے لئے لکھا۔ مختلف اخبارات میں لکھا۔ اُردو اور پنجابی میں حمد، نعت، غزل، نظم اور گیت لکھنا پسند کرتی ہیں۔ نمائندہ شعر ہے ؎

جس میں تہذیب مری دفن ہوئی
میں اُسی قبر کی مجاور ہوں

غزل

مدت سے اک گرہ سی پڑی ہے خیال میں
اپنے وجود کی بھی نفی ہے خیال میں

باتوں کے سلسلے کا تعطل ہے کہہ رہا
ٹوٹی ہوئی کہیں سے کڑی ہے خیال میں

نوکِ قلم پہ آتے ہی دم توڑ دیں حروف
جیسے کوئی صلیب گڑی ہو خیال میں

اے دشتِ بے اماں کوئی سایہ کہیں تو ہو
کچھ تلخیوں کی دھوپ کڑی ہے خیال میں

مجھ کو حصارِ جاں کا وظیفہ بتایئے
گھنٹی سی ایک بجنے لگی ہے خیال میں

لب کھولنے کی ہم سے نہ تعزیر پوچھیے
سچ بات ڈر کے سہمی کھڑی ہے خیال میں

جن کے خیال نے مرا دیوان بھر دیا
وہ کہہ رہے ہیں کوئی کمی ہے خیال میں

بشریٰ سعید عاطف

نام بشریٰ سعید عاطف، تخلص بشریٰ۔ سیاسیات میں ایم اے کیا ہوا ہے۔ دینی کتب کا مطالعہ اور شعروشاعری سے خاص لگاؤ ہے۔ فرینکفرٹ، جرمنی میں رہائش پذیر ہیں۔ کسی قسم کی کوئی ملازمت نہیں کرتیں ہاں البتہ سماجی و انسانیت کی خدمت کے کام میں منہمک رہتی ہیں۔ شاعری کا آغاز ۲۰۱۷ء میں کیا جس کا سلسلہ تا حال جاری و ساری ہے۔ پسندیدہ اصنافِ سخن میں حمد، نعت، غزل میں خامہ فرسائی کرنا پسند فرماتی ہیں، تا حال کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے ؎

خزاں کا نام و نشاں بھی نظر نہ آئے کبھی
قدم قدم پہ خدا خوشیوں کی پھوار کرے

غزل

آیا حسین جب سے وہ منظر خیال میں
ہے بے مثال حسن کا پیکر خیال میں

چہرہ بسا ہے میرے تخیل میں اک وہی
اشعار کی طرح رہا دلبر خیال میں

رہتی ہے تشنگی مرے ہونٹوں پہ ہر گھڑی
آہوں کا بس گیا ہے سمندر خیال میں

منزل پہ اپنی کیسے پہنچتی میں دوستو
رہزن سے پہلے پہنچا نہ رہبر خیال میں

دن رات رہتا ہے وہ مسلسل ہی وجد میں
گم اپنی ذات میں ہے قلندر خیال میں

اکثر جلاتی ہوں میں ترے نام کا دیا
تصویر تیری رہتی ہے سُندر خیال میں

بشریٰ ہے جگمگاتا ہوا چاند کے طرح
اوجِ کمال پر ہے مقدر خیال میں

غزل

تیرگی میں بھی جو اُجالا تھا
میرے گھر کا وہی حوالہ تھا

مدتوں میں نے جس کو پالا تھا
درد لفظوں میں پھر وہ ڈھالا تھا

رنگ جو پیار کا نرالا تھا
میرے بچپن کا وہ حوالہ تھا

منہ سے ظالم نے آ کے چھین لیا
ایک مفلس کا جو نوالہ تھا

اُن لبوں پر ادا کا پہرہ ہے
اک حسینہ کے منہ پہ تالا تھا

آج لاتا نہیں وہ خاطر میں
ناز سے جس کو میں نے پالا تھا

نہ بنے گا کسی کا، جانتی تھی
شخص وہ میرا دیکھا بھالا تھا

تھا ثمر عمر بھر کی محنت کا
سنگ اک موم میں جو ڈھالا تھا

دل کے آنگن میں چاندنی تھی مرے
سوچ کی راہ میں اجالا تھا

ڈوبنے والے کو میاں دیکھو
ایک تنکے نے ہی سنبھالا تھا

میری ماں کی دعاؤں نے بشریٰ
آئی موجِ بلا کو ٹالا تھا

ترنم شبیر

قلمی نام ترنم شبیر، تخلص ترنم، تعلیم ایم اے ابلاغیات (شادی کے سترہ سال بعد دوبارہ تعلیم کا سلسلہ شروع کیا اور ایم اے میں صوبہ میں تیسری پوزیشن لی)، کچھ دن مشرق اخبار سے منسلک رہیں (خواتین اور بچوں کا صفحہ) ۱۹۷۴ء سے ملتان ریڈیو سے بھی وابستگی رہی اور یہ سلسلہ کوئٹہ اور اب امریکہ میں گاھے بہ گاھے اب تک جاری ہے۔ کراچی اور ملتان میں ابتدائی تعلیم حاصل کی، شادی کے بعد کوئٹہ میں انیس برس رہی اب ٹیکساس کے شہر ہیوسٹن، امریکہ میں رہائش ہے۔ شاعری کی ابتداء اس وقت سے ہوئی جب شعر کا مطلب بھی نہیں معلوم تھا۔ اصناف سخن میں غزل، نظم، کہانیاں، افسانے اور ڈرامے پسندیدہ ہیں۔ تصنیف فی الحال کوئی نہیں ہے مگر رسائل میں افسانے نظمیں غزلیں چھپتے رہے ہیں۔ غزلوں کا ایک مجموعہ لانے کا ارادہ ہے۔ نمائندہ شعر ہے

نسلِ نو کی ہو تربیت کیسے
ہم تو مصروف ہیں کمانے میں

ای میل tarannum_shabbir@hotmail.com

غزل

سپنے کچھ اس طرح مرے اترے خیال میں
شیشے کا پیرہن لیے ٹوٹے خیال میں

آئی نہیں ہے کال بڑے دن گزر گئے
تنہا نہیں ہوا کوئی میرے خیال میں

بے خواب ساعتوں میں پریشان ہوں بہت
کوئی جلا رہا ہے شرارے خیال میں

فرقت کی شب چراغ جلانا ہے بے سبب
یادوں کے جل رہے ہیں خزینے خیال میں

جس کے خیال سے بھی محبت پہ زد پڑے
بہتر ہے بھول جانا ہی میرے خیال میں

دشمن پہ ہو زوال گوارا نہیں مجھے
رکھتی ہوں یاد سب کو میں اچھے خیال میں

اس دشت کا سفر کوئی آسان تو نہ تھا
ہم نے کیا ہے پار تمھارے خیال میں

مسرور کر رہی ہے ترنم یہی خوشی
کچھ خوش گوار دن بھی ہیں ٹھہرے خیال میں

غزل

کیا کبھی غم کا مرے کوئی ازالہ ہوگا
کیا کوئی مجھ کو کبھی چاہنے والا ہوگا

وہ جو لوٹا ہے لہو رنگ قبا کی صورت
ماں نے کس پیار سے اس پھول کو پالا ہوگا

اب وہاں لوٹ کے جاؤں بھی تو جاؤں کیسے
گھر کے ویران در و بام پہ جالا ہوگا

دشت میں آبلہ پاء ہے سفر ہے تنہا
میرے پیروں میں ترے ہجر کا چھالا ہوگا

تو نے سوچا ہے کبھی چھوڑ کے جانے والے
کس طرح دل کو جدائی میں سنبھالا ہوگا

آن بیٹھی ہوں سرِ شام ترنّم پھر سے
چاند نکلے گا مرے گھر میں اجالا ہوگا

جاوید احمد خان جاوید

نام جاوید احمد خان، تخلص جاوید، گریجویٹ ہیں۔ ہندوستان سے تعلق رکھتے ہیں اور صوبہ ٔ راشٹریہ کے شہر ''پربھنی'' میں رہائش پذیر ہیں۔ سرکاری ملازمت کرتے ہیں۔ شاعری کی ابتداء ۱۹۹۰ء سے کی۔ غزل کے علاوہ حمد، نعت، نظم ثلاثی، ماہیے وغیرہ میں بھی طبع آزمائی کرتے ہیں۔ کتاب تادمِ تحریر کوئی شائع نہیں ہوئی تاہم ایک شعری مجموعہ زیرِ ترتیب ہے، جلد آنے والا ہے۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے ؎

کر رکھی ہے ظلمتوں کے ساتھ اُس نے دوستی
اب نہیں کرتی چراغوں کی نگہبانی ہوا

غزل

اپنی وفا کا ایک حوالہ کہاں گیا
دِل تھا جو اپنے پاس جیالا کہاں گیا

اُستاد کا سپُوت تو پی ایچ ڈی ہُوا
شاگرد فِکر مند مقالہ کہاں گیا

چادر رفاقتوں کی وہ آخر کِدھر گئی
ہمدردیوں کی شال دُشالہ کہاں گیا

موسم نے اب کے پھُول کھلائے نہیں تو پھر
لے کر مِرے لہُو کا وہ پیالہ کہاں گیا

ہر درد کا عِلاج تو دُنیا کے پاس ہے
محنت کشوں کے ہاتھ سے چھالا کہاں گیا

میرا کرے گا قتل بڑی آن بان سے
پھر ڈھونڈتا رہے گا اُجالا کہاں گیا

فکر و نظر کی آگ بھی جاویدؔ سرد ہے
ہم سے فِراستوں کو سنبھالا کہاں گیا

جیاؔ قریشی

نام حمیدہ پروین، تخلص جیاؔ قریشی، تعلیم اِن کی بی ایس سی۔بی ایڈ ہے۔شعبۂ تعلیم سے وابستہ ہیں۔اسلام آباد میں رہائش پذیر ہیں۔شاعری لگ بھگ عرصۂ دس سال سے کر رہی ہیں لیکن ابھی تک اِن کی کوئی کتاب منظرِ عام پر نہیں آئی تاہم شاعری کا مواد اس قدر ہو گیا ہے کہ کئی کتابیں بن سکتی ہیں۔اِن کا نمائندہ شعر ہے۔

کردار زمانے پہ جیاؔ راج کرے گا
عورت ہوں مگر مرد پہ سرداری کروں گی

ای میل:jiya.qureshi202@gmail.com

غزل

دنیا تو بے ثبات ہے میرے خیال میں
صبحِ ابد کی رات ہے میرے خیال میں

صحرا کی گرم ریت تو پیاسی ہے خون کی
اک موجۂ فرات ہے میرے خیال میں

تو نے جو ہاتھ رکھ دیا ہے میرے ہاتھ پر
یہ حدِ التفات ہے میرے خیال میں

سدھ بدھ نہیں رہی مجھے اپنے وجود کی
یہ کیسی واردات ہے میرے خیال میں

کن زاویوں پہ اپنے خلاف ہو گئی ہوں میں
کس کس عدو کا ہاتھ ہے میرے خیال میں

یہ خواب اور خیال ہے کس کس کا مسئلہ
سایہ سا کوئی ساتھ ہے میرے خیال میں

رہ رہ کے مسکرانے لگی ہوں میں بے سبب
کوئی تو خاص بات ہے میرے خیال میں

کوئی چراغ بھی مری صبح نہ کر سکا
کتنی سیاہ رات ہے میرے خیال میں

موتی بنا کے میں نے اسے پیشِ دل کیا
اس نے کہا یہ دھات ہے میرے خیال میں

ناخن سے اپنے زخم کھرچنے لگی ہوں میں
وحشت عجیب گھات ہے میرے خیال میں

یہ واقعات یوں ہی نہیں ہو رہے یہاں
کچھ وجہِ حادثات ہے میرے خیال میں

تیری شکست میری وجہ سے ہوئی ہے جاں
یہ جیت میری مات ہے میرے خیال میں

اِس کے سوا بھی کون مرا کارساز ہے
حامی تو رب کی ذات ہے میرے خیال میں

جو کچھ ہے میرے سامنے کچھ بھی نہیں جیاؔ
انمول کائنات ہے میرے خیال میں

غزل

اب خود کو محبت میں سنبھالا نہیں جاتا
وہ درد ہے دل میں کہ نکالا نہیں جاتا

کس رنگ میں اب ہوگی ملاقات ہماری
کیوں تن پہ سجا خواب کا جالا نہیں جاتا

وہ جبر ہے اس شہر میں ہم اہلِ سخن پر
خم ٹھونک کے سچ عام اچھالا نہیں جاتا

میں تیری ہتھیلی کا دیا بن کے جلی ہوں
سو اب مری دنیا سے اجالا نہیں جاتا

ورنہ وہ مرے خواب سے نکلا ہی نہ ہوتا
اس تک مری آنکھوں کا حوالہ نہیں جاتا

ورنہ یہ غم ہجر ہمیں کوہ گراں تھا
یہ درد کبھی عشق میں ڈھالا نہیں جاتا

اب کے مجھے اپنوں سے عجب مار پڑی ہے
سینے سے کوئی تیر نکالا نہیں جاتا

ہم بھیک نہیں مانگتے پتھر سے لپٹ کر
اس سنگ کو شیشے میں بھی ڈھالا نہیں جاتا

یہ راہِ محبت ہے ذرا دھیان سے چلنا
اس راہ میں طوفان کو ٹالا نہیں جاتا

خاورؔ چشتی

نام خاور مشتاق چشتی، تخلص خاورؔ چشتی، تعلیم ماسٹرز ہے۔ تعلق بہاولپور سے ہے اور وہیں کی سکونت اختیار کئے ہوئے ہیں۔ بینکاری کے شعبے سے وابستہ رہے ہیں اور اِن دِنوں ریٹائرمنٹ کی زندگی گزار رہے ہیں۔ شاعری کی ابتداء یونیورسٹی کے دور میں کی تھی جو تا حال پورے شدومد سے جاری ہے۔ موجِ غزل کے مشاعروں میں باقاعدگی سے شریک ہو رہے ہیں اور اپنا خوبصورت کلام پیش کر رہے ہیں۔ اِن کے کلام میں شوخی اور رومانیت کا حسین تال میل دکھائی دیتا ہے جس سے اِن کی غزل کی روائتی اقدار سے وابستگی کا واضح اظہار دکھائی دیتا ہے۔

غزل

چلا ہوں گھر کو چھوڑ کے تمہارے ہی خیال میں
چلوں گا رخ کو موڑ کے تمہارے ہی خیال میں

نہیں میں چاہوں مال و زر میں مانگتا ہوں بس تمہیں
نہ جاؤں گا میں چھوڑ کے تمہارے ہی خیال میں

چلوں جو تھام کے تمہیں رقیب جل مریں سبھی
وہ دیکھیں رخ کو موڑ کے تمہارے ہی خیال میں

میں لیٹوں دھوپ میں کبھی ہو سایہ تیری زلف کا
رہوں میں منہ کو موڑ کے تمہارے ہی خیال میں

شبِ وصال جو ملے، بھلائیں اپنے رنج و غم
سبھی کو توڑ پھوڑ کے تمہارے ہی خیال میں

ہو تیرہ شب جو ہجر کی تمہاری یاد گھیر لے
اُداسیاں بھنبھوڑ کے تمہارے ہی خیال میں

بچھڑ نہ جائیں ہم کہیں یہ سوچ کے میں آ گیا
چلا ہوں دوڑ دوڑ کے تمہارے ہی خیال میں

غزل

پیار کی یہ جو مالا ہے
یہ سب بالا بالا ہے

رنگ وفا کے ہیں کتنے
جفا کا رنگ ہی کالا ہے

دیکھو تو محبوب میرا
سارے جگ سے اعلیٰ ہے

آج ملا وہ آن کے تو
رنگ خوشیوں کا ڈالا ہے

پیار جو اس سے بانٹا ہے
وہ صدیوں سے پالا ہے

دیکھو تو دلبر میرے کا
ہر انداز نرالا ہے

خاؔور اس کی چاہت کو
دل سے نہیں نکالا ہے

غزل

کہیں تیرگی سے ہے پالا مرا
کہیں مل نہ پایا وہ تالا مرا

مجھے زندگی نے لتاڑا بہت
نہ سوکھا یہ ہاتھوں کا چھالا مرا

ہمیشہ ان آنکھوں سے پیتا رہا
رہا جام خالی پیالا مرا

جہاں گفتگو ہو محبت پہ واں
حسینائیں دیتیں حوالا مرا

محبت کو پوشیدہ دل میں رکھا
رقیبوں نے قصہ اچھالا مرا

ہے اس کی تمنا رہے بن مرا
نہیں بننے دیتا ہے سالا مرا

وہ خاؔور سمائے گا اک دن یہاں
وہ چاہے ہے بانہوں کا ہالا مرا

خورشید الحسن نیّر

نام سیّد خورشید الحسن، تخلص نیّر، ہندوستان سے تعلق رکھتے ہیں تاہم بسلسلۂ روزگار ریاض، سعودی عرب میں رہائش پذیر ہیں۔ شاعری کی ابتداء زمانۂ طالبِ علمی سے ہوئی۔ نعتِ رسولِ مقبول ﷺ ان کی پسندیدہ صنفِ سخن ہے تاہم غزل بھی خوب کہتے ہیں۔ کتاب تا دمِ تحریر کوئی شائع نہیں ہوئی۔ اِن کا ایک خوبصورت شعر ہے ؎

دن بھر ساتھ نبھانے والے کا میں حال بتاؤں کیا
ایک کرن سورج کی جیسے آنکھ چرائے شام کے بعد

غزل

منظر اُبھر کے آیا شگفتہ خیال میں
جب جب ہوا ہے حسن گرفتہ خیال میں

تفسیر اُس کی میری نگاہوں نے پڑھ لیا
پوشیدہ رہ سکا نہ نوشتہ خیال میں

دائم غزل میں عکس بناتا ہے یہ قلم
تصویر جو بسی ہے شگفتہ خیال میں

کرتا ہوں جب بھی ذکرِ محمدؐ تو آپ ہی
آئے ہے پھر نشاط شکستہ خیال میں

ہم لکھ رہے ہیں مدحِ محمدؐ کچھ اس طرح
املا کرا رہا ہے فرشتہ خیال میں

تیرو خیال نو کے سمندر میں روز و شب
نیّرؔ نہ ڈوب جاؤ گذشتہ خیال میں

غزل

اتر رہی ہے اک پری خیال میں
کہ جل رہی ہے پھلجھڑی خیال میں

ہیں سندلی پون کی راہ داریاں
سفیدیاں ہیں مرمری خیال میں

اتر رہا ہے خیال میں ہی مصحفہ
کہ ہو رہی ہے شاعری خیال میں

کرشن کا خیال آگیا تو پھر
بج رہی ہی بانسری خیال میں

مسکرا رہی ہے صبح سے ادھر
جگمگاتی نیری خیال میں

حسن اور ہو گیا کمال کا
آ گیا جو مشتری خیال میں

جگمگا اٹھا ہے نیّرِ سحر
کھل گئی ہے سہ دری خیال میں

دلشاد نسیم

نام دلشاد نسیم، تخلص دلشاد، تعلیم ایم اے فلسفہ، پیشہ سکرپٹ رائیٹر۔ لاہور میں مقیم ہیں۔ ہم جہت شخصیت کی مالک ہیں۔ اب تک بے شمار کتابیں شائع ہو چکی ہیں جن میں نظموں کا مجموعہ محبت ایک استعارہ ہے، غزلوں کا مجموعہ زیرِ لب ابد کا کنارا، متاعِ جاں ناول ہیں جبکہ ایک اور ناول تعویذ اشاعت کے مرحلے میں ہے۔ افسانوں کا ایک مجموعہ اسیرِ ذات کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ جب سے ہوش سنبھالا ہے، کچھ نہ کچھ لکھتی رہتی ہیں۔ ان کا نمائندہ شعر ہے۔

ہم کہاں ایسے مرنے والے ہیں
اپنے لہجے کی مار مار ہمیں

اصنافِ سخن میں افسانہ، ناول، ڈرامہ، کالم، نظم، غزل وغیرہ شامل ہیں۔ اردو اور پنجابی دونوں ابلاغ کی زبانیں ہیں۔

ای میل dil_nasim@hotmail.com

غزل

چھایا ترے خیال کا موسم خیال میں
دل شاد ہو گیا ہے مجسم خیال میں

جب تجھ کو سوچتی ہوں، بہت سوچتی ہوں میں
میں تجھ کو دیکھتی نہیں کم کم خیال میں

تیری گلاب سوچ پہ میں کاسنی ہوئی
رنگوں کا امتزاج ہے باہم خیال میں

دستک دیے بغیر یہ گھر کون آ گیا
یہ کس کی یاد آ گئی اک دم خیال میں

نروان کھل رہا ہے مرے سنگ سنگ یوں
یوگا میں جیسے ہو کوئی گوتم خیال میں

غزل

نہیں کہ زرد ہجر زدہ رنگ چڑھنے والا ہے
کسی کی یاد ہے دل میں یا میرے بھالا ہے

نہ کوئی بات تھی ایسی جو ہم بتاتے اسے
یہ بدگمانی کی آنکھوں میں کوئی جالا ہے

تمہارے دل کی زمیں کو جو نرم کر دے گا
جناب! عشق کے ہاتھوں میں کوئی آلا ہے؟

تمہارے سرد روّیے پہ غور کیا کرتی
کہ رنگ یہ بھی تمہیں پر تو سجنے والا ہے

ہمیں نے ان کو تراشا تھا اور مہان کیا
ہمیں نے خون دیا ہم نے عشق پالا ہے

ذرا ذرا سی ہی باتوں پہ درد دیتے ہو
یہ تم ہو یا مرے ہاتھوں کا کوئی چھالا ہے

کھلے تھے پھول مرے کان میں جب اپنا کہا
ابھی تلک مرے کانوں میں وہ ہی بالا ہے

جہان ایک طرف اور وہ ہے ایک طرف
کہ جس کو دل ہے دیا وہ جہاں سے اعلا ہے

تمہیں بچائے گا دنیا کی ہر مصیبت سے
تمہارے کاندھے پہ الفت کا جو دوشالا ہے

سیاہ رنگ سے نسبت ہے عشق والوں کو
پیا کی کالی ہے کملی تو کوٹھا کالا ہے

ذہینہ صدیقی

نام ذہینہ صدیقی، تخلص ذہینہ، تعلق بھوپال، مدھیہ پردیش سے ہے تاہم رہائش پذیر نیو دہلی، بھارت میں ہیں۔ تعلیم مہارانی لکشمی بائی کالج سے تعلیم حاصل کی۔ تین مضامین میں ایم اے کر رکھا ہے جن میں اردو، انگریزی اور تعلیم شامل ہیں۔ تعلیم و تدریس سے وابستہ ہیں، انگریزی زبان کی معلمہ ہیں۔ علاوہ ازیں آل انڈیا ریڈیو میں اناؤنسر کے فرائض بھی سر انجام دے رہی ہیں۔ ان کا نمائندہ شعر ہے۔

میری نگاہ بھی مجھ پر کبھی نہیں اُٹھی
مرا وجود ہی کیا ہے، برائے نام ہوں میں

غزل

دن رات کھوئی رہتی ہوں تیرے خیال میں
دُکھ درد سب کا سہتی ہوں تیرے خیال میں

ہوتے ہیں میری آنکھ سے آنسو اگر رواں
دریا کی طرح بہتی ہوں تیرے خیال میں

یہ اور بات ہے کہ نہ آہ و فغاں کروں
دامن مگر بھگوتی ہوں تیرے خیال میں

کیسے کہوں کہ خوش ہوں بہت تُجھ کو چھوڑ کر
نمناک روز رہتی ہوں تیرے خیال میں

رُک رُک کے کٹ رہا ہے سفر زندگی کا اب
ہر گام پر ٹھہرتی ہوں تیرے خیال میں

میں وہ کلی ہوں جو نہ بہاروں میں کھل سکی
کھلتی ہوں اور بکھرتی ہوں تیرے خیال میں

تو ہی بتا ذہینہؔ میں اب اس کا کیا کروں
سنتی ہوں کچھ نا کہتی ہوں تیرے خیال میں

غزل

کہیں ہے تیرگی جگ میں کہیں اُجالا ہے
نظامِ زیست یقیناً بدلنے والا ہے

ترے ہی دم سے ہے روشن یہ کائنات مری
ترے وجود کا دنیا میں بول بالا ہے

دلِ حزیں کو مرے توڑ کر نہ تُم جاؤ
بڑے جتن سے اِسے میں نے اب سنبھالا ہے

تری انگوٹھی کی زینت بنا ہے جو موتی
لگا کے غوطہ سمندر سے وہ نکالا ہے

ترے ہی در پہ جھکانا پڑے گا سر مجھ کو
کہ رہگذر میں نہ مندر ہے نہ شوالہ ہے

کھلا رہا ہے جو وقتِ نزاع اب ہاتھوں سے
ہماری زیست کا وہ آخری نوالہ ہے

ذہینؔہ تیرگی غم سے اب نہ گھبرا تو
کہ تیری خوشیوں کا سورج نکلنے والا ہے

راجہ خرم زیب

نام راجہ خرم زیب، تخلص ابھی سوچا نہیں، کبھی خرم اور کبھی کمال لکھتے ہیں، جو جہاں زیب دے۔ تعلیم سول انجنیئر نگ (ڈی اے ای)، ابھی ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ سے جیالوجی میں بی ایس کر رہے ہیں۔ ضلع مانسہرہ تحصیل بالاکوٹ شہر وادی کاغان میں رہائش پذیر ہیں اور یہی اِن کا آبائی شہر ہے۔ شاعری کی ابتداء بچپن سے کی لیکن باقاعدگی سے لکھنا ۲۰۱۸ء سے شروع کیا۔ اصناف سخن میں غزل اور نظم مرغوب ذریعۂ ابلاغ ہیں۔ کتاب ابھی تک کوئی شائع نہیں ہوئی، ابھی اس پر کام جاری ہے۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے ؎

تکبر کے لشکر کو جو مار ڈالیں
خدا بھیج ایسے کہیں سے پرندے

غزل

لگا برسوں سے میرے دل کو تالا ہے
کسی کی یادوں کو میں نے سنبھالا ہے

میں اپنی زندگی سے پیار کرتا ہوں
مجھے ماں نے بڑی مشکل سے پالا ہے

تری ''جی'' تو سمجھ میں میری آتی ہے
تیری ''ہوں'' نے مگر مشکل میں ڈالا ہے

غلامی میں کسی کی بھی نہیں کرتا
ابھی تو سوچ میں میری اجالا ہے

ہماری زندگی برباد کر کے وہ
چلا ایسے کہ جیسے بھولا بھالا ہے

راحیلہ بیگ چغتائی

نام راحیلہ بیگ چغتائی، تخلص دوست، تعلیم ایم اے انگلش لٹریچر ایم اے پولیٹیکل سائنس پوسٹ گریجویٹ ڈپلومہ ان لنگوسٹک۔ پیشہ ور کالم نویس ہیں تاہم ابھی ایم فل انگلش لٹریچر کی طالبہ ہیں۔ رہائش مدینہ منورہ سعودی عریبیہ میں ہے۔ پشتینی طور پر چکوال سے تعلق رکھتی ہیں۔ شاعری کی ابتدا ساتویں جماعت سے کی جس کا سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ اصناف سخن میں نثری نظم، نظم، غزل وغیرہ میں طبع آزمائی کرنا پسند کرتی ہیں۔ ابھی کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے۔

محسوس گر کریں گے تو گزرے گی کیسے دوست
سو ہم نے زندگی کو بھلا کر بسر کیا

ای میل Cactus_cactus21@yahoo.com

سوچ

کبھی یوں بھی خیال آتا ہے

جیسے پہاڑوں کے گہرے سبزے میں
دور کوئی بانسری بجاتا ہے
جیسے مدبھرے گیتوں کو
کوئی اونچے سروں میں گاتا ہے
جیسے لہریں جوان جھرنوں کی
پتھروں کو چوم کے گزرتی ہیں
جیسے سفید گلابوں کی
چناروں سے آج شادی ہے
کبھی یوں بھی خیال آتا ہے

جو بچے سکول جاتے ہیں
وہ گھروں کو لوٹ آتے ہیں
اور روز شام سے زرا پہلے
سب کھیلتے ہیں کھیتوں میں
شام ہونے کے بعد ہر گھر سے
پکوانوں کی خوشبو آتی ہے
کبھی یوں بھی خیال آتا ہے

رات کی حسین چاندنی میں
ماں اُنہیں لوریاں سناتی ہے
کشمیر کی طرف جاتے ہوئے
سارے رستے ہی گنگناتے ہیں
زندگی چہروں پہ مسکراتی ہے
وہ جو کشمیر سے ہو کر آتے ہیں
کبھی یوں بھی خیال آتا ہے

جیسے برھان وانی کے ہاتھ میں
کالج کی کچھ کتابیں ہیں

جیسے حضرت بل پہ ہر سو
ان گنت چراغ جلتے رہ ں
جیسے پاتال کی آوازیں
وادی سے پیار جتاتی ہیں
کبھی یوں بھی خیال آتا ہے
جیسے کوئی فوجی نہیں ہے وادی میں
وہ بھی اپنا ہے جو پرایا ہے
کبھی یوں بھی خیال آتا ہے

فجر کی نماز کے بعد روزانہ
پارہ پڑھتے ہیں بچے مسجد میں
کشمیر کی حسین وادی میں
ہر طرف گونجتی ہے آزادی
قبریں بہت ہی کم ہیں یہاں
ہر طرف پھیلی ہوئی ہے آبادی
کبھی یوں بھی خیال آتا ہے

یواین او میں بولتا کشمیر

خطے میں امن کی بات کرتا ہے
بہن کی ڈولی اٹھانے کو
زندہ ہیں سارے بھائی اس کے
باپ کے آخری سفر کے لئے
بازو بیٹوں کے ہی سہارے ہیں
کبھی یوں بھی خیال آتا ہے

سرحدیں اپنی حدوں میں رہتی ہیں
آبشاریں یہاں بہت دلفریب بہتی ہیں
آؤ جنت کا تم نظارا کرو
گلیاں یہاں کی کہتی ہیں
دن کو تتلیاں طواف کرتیں ہیں
رات کو پریاں یہاں پہ رہتی ہیں
کبھی یوں بھی خیال آتا ہے

چناروں کی اس وادی میں
زندگی دلہن سی مسکراتی ہے
سانسوں کو بھر دیتی ہے خوشبو سے

جو ہوا کشمیر سے آتی ہے
کبھی یوں بھی خیال آتا ہے

روبینہ شاہین بینا

نام روبینہ شاہین تخلص بیناؔ تعلیم ایم۔اے معاشیات، بی ایڈ، پی جی ڈی (کمپیوٹر سائنس) ہے۔ معلمہ کے پیشے سے منسلک رہی ہیں لیکن شادی کے بعد محض خاتونِ خانہ بن کر رہ گئی ہیں۔ پشتینی تعلق اسلام پورہ جبر، گوجر خان سے ہے تاہم اسلام آباد میں مقیم ہیں۔ شاعری کا باقاعدہ آغاز شادی کے بعد کیا جو ہنوز جاری ہے۔ شاعری میں اِنہوں نے زیادہ تر غزل میں طبع آزمائی کی ہے۔ طنز و مزاح پر مبنی شاعری اِن کا مرغوب مشغلہ ہے۔ ابھی تک کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی تاہم جلد ایک عدد برقی کتاب لگائی بجھائی کے نام سے آنے والی ہے۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے ؎

تجھے لگ رہا ہے کہ میں کج ادا ہوں
مجھے لگ رہا ہے کہ تو ہے مثلث

ای میل rubsha73@yahoo.com

غزل

اونگھتا ہے وقت سالا، بھاگ لے
بعد میں کرنا نہ نالہ بھاگ لے

وہ کہیں ایسی کی تیسی کر نہ لے
اب لگا کے منہ پہ تالا بھاگ لے

پھپھو کی بیٹی سے بچنا بھی بجا
متھے لگ جائے نہ خالہ بھاگ لے

ڈون ایسا بھی کہاں کا ہے میاں
جس سے سسر اور سالا بھاگ لے

وقت غاصب ہے تو کوّے کی طرح
چھین کر اُس سے نوالہ بھاگ لے

ہاں مرا کوّا ہے چِٹا، جان لے!
ہاں تیرا طوطی ہے کالا بھاگ لے

تجھ سے آگے بڑھ گیا ہے ہر کوئی
سوچتا ہے کیا تُو لالا، بھاگ لے

کارواں میں ہر کوئی ہے سادہ روح
رہنما گڑبڑ گھٹالہ، بھاگ لے

بنتِ وادی ہے تو گورے کیا کریں
تو نہیں کوئی ملالہ بھاگ لے

پیشِ طالع بینا چلنے کا نہیں
اب تیرا کوئی بھی چالا بھاگ لے

زاہدؔ رضوی

نام زاہد رضوی، تخلص زاہدؔ، تعلیم درس نظامی درجے فضیلت، پیشہ درس تدریس درس نظامی، بھگونتا پور، فرید پور، بریلی شریف سے تعلق ہے اور وہیں رہائش پذیر ہیں۔ بچپن سے ہی شاعری کا شوق تھا چھوٹی سی ہی عمر سے لکھنا شروع کر دیا تھا۔ اصناف سخن میں حمد، نعت، غزل اور نظم پر طبع آزمائی فرما چکے ہیں۔ تا حال اِن کی کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی، نہ مستقبل قریب میں اس کا امکان ہے۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے ؎

میں نے یہ سوچ کے بوئے نہیں خوابوں کے درخت
کون صحرا میں لگے پیڑ کو پانی دے گا

zahidrazvi92786@gmail.com ای میل ایڈریس

غزل

جب سے ذکر مصطفیٰ میں نے کیا کرنا شروع
لوگ ہیں حیراں مرے گھر میں اجالا دیکھ کر

رب کی رحمت جب نبی کی خود نگہبانی کرے
لوٹ جاتے ہیں عدو مکڑی کا جالا دیکھ کر

جانے کتنے غیر مسلم صاحب ایماں ہوئے
مرشدی اختر رضا کا رخ نرالہ دیکھ کر

اب اندھیروں کی مجھے عادت ہوئی ہے اس طرح
خوف سا طاری ہے مجھ پہ یہ اجالا دیکھ کر

اس طرح دوڑا ہوں روز و شب میں راہِ عشق میں
لوگ حیراں ہیں مرے پاؤں کا چھالا دیکھ کر

تو مرا ہو کر بھی رکھتا ہے کیوں اُس سے رابطہ
شرم آتی ہے ترا یہ سب گھٹالہ دیکھ کر

بھیس میں رندوں کے کتنے پارسا بھی ہیں کھڑے
ہاتھ میں تیرے تھما یہ مہ کا پیالہ دیکھ کر

اس کی یادیں سر پٹک کے مر گئیں دہلیز پر
آج میرے گھر کے دروازے پہ تالا دیکھ کر

زید معاویہ

نام حافظ زبیر حمزہ، قلمی نام زید معاویہ، تخلص زیدؔ، عمرِ عزیز ۱۸ برس ہے جبکہ ایف ایس سی میں زیرِ تعلیم ہیں۔ گوجرانوالہ سے تعلق ہے اور وہیں مقیم ہیں۔ شاعری کی باقاعدہ ابتدا اپریل ۲۰۱۹ء یعنی سالِ رواں سے کی۔ اصنافِ سخن حمد، نعت، نظم اور غزل پسندیدہ اصنافِ سخن ہیں۔ فی الحال کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی اور نہ مستقبلِ قریب میں اس کا کوئی امکان ہے۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے ؎

اے قہقہوں کی سیج پہ محوِ کلام شخص!
میری ہنسی نچوڑ کے آہیں کشید کر

ای میل: zubairhamza949@gmail.com

غزل

بے نور نگاہوں کو اجالا نظر آیا
اِک موڑ پہ جب چھوڑنے والا نظر آیا

اِک آہ اٹھی، جب بھی اسیرانِ جفا کو
بلبل نظر آئی، گلِ لالا نظر آیا

جذبات سے عاری تھی وہ سائنس کی طرفدار
افسوس، اسے دل بھی اِک آلہ نظر آیا

کیا غلطی ہوئی مجھ سے کسی روز کہ تُو نے
ٹھوکر پہ رکھا جو بھی ازالہ نظر آیا

افلاس کے ماروں نے خدا اس کو بنایا
جس شخص کے ہاتھوں میں نوالہ نظر آیا

مایوسِ معافی تھا کہ آواز یہ آئی
پاگل! مرے در پر کبھی تالا نظر آیا؟

زیدؔ عشقِ مجازی سے حقیقی کے سفر میں
تاحدِ نظر نور کا ہالہ نظر آیا

سجاد علی فیضی

نام سجاد علی فیضی، نسبتِ طریقت و تخلص ''فیضی''، میاں ہرپال تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ میں ۴؍جون ۱۹۸۷ء کو پیدا ہوئے۔ عربی اور اسلامیات (تخصص فی الفقہ) کے مضامین میں ایم اے کر رکھا ہے، علاوہ ازیں مفتی کورس بھی کر رکھا ہے۔تدریس درسِ نظامی سے منسلک ہیں۔ دارالعلوم جامعہ فیضیہ تاندلیانوالہ فیصل آباد میں نظامت کے علاوہ مختلف ٹی وی چینلز پر مذہبی پروگرامز میں شرکت کرتے ہیں اور روزنامہ ۹۲ اخبار پہ کالم لکھتے ہیں۔ ہر ممکنہ محاذ پہ تحفظِ ختم نبوت کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔تحریک فدایانِ ختم نبوت پاکستان میں بطور امیر ڈویژن فیصل آباد فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ شاعری بچپن سے کر رہے ہیں لیکن باقاعدہ ۲۰۰۸ء سے کیا۔دینی حوالے سے ان کی درجنوں کتب شائع ہو چکی ہیں۔ان کا نمائندہ شعر ہے ؎

دو جہاں میں ہے پھیلا اجالا تیرا
نورِ شمس و قمر بھی ہے ہالہ تیرا

نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

دو جہاں میں ہے پھیلا اُجالا تیرا
نورِ شمس و قمر بھی ہے ہالہ تیرا

یہ الگ بات ہے کہ نہ مانے کوئی
ورنہ کھاتے ہیں سب ہی نوالہ تیرا

روئے جنت کی زیب و آرائش بنا
شاہا لولاک والے غسالہ تیرا

سینکڑوں کو پلا کر لبالب رہے
عکسِ کوثر ہے عالی پیالہ تیرا

جس کی پاکی پہ نازل ہوئیں آیتیں
وہ پاکیزہ نورانی ہالہ تیرا

یہ حشر کو بھی پوچھے مدینے کی راہ
فیضی عاشق ہے شاہا نرالہ تیرا

سلمیٰ رضا سلمیٰ

نام سلمیٰ رضا، تخلص سلمیٰ، تعلیم گریجویشن۔ دس سال درس و تدریس سے وابستہ رہی ہیں، اب شوہر کے ساتھ اسٹیٹ لائف انشورنس کارپوریشن میں کام کر رہی ہیں۔ کراچی سے تعلق ہے اور وہیں رہائش پذیر بھی ہیں۔ شاعری کی باقاعدہ ابتداء ۲۰۱۷ء سے کی، جس کا سلسلہ فرصت کی شرط کے ساتھ تا حال جاری ہے۔ جن اصناف سخن میں میں خامہ فرسائی پسند ہے اُن میں حمد، نعت، سلام، نوحہ اور غزل شامل ہیں۔ کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی اور نہ ہی مستقبلِ قریب میں اس کا امکان ہے۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے ۔

میں اُمتی ہوں آپ ؐ کی، مجھ پہ کرم ہوا
صد شُکر میرے آقا ؐ سے نسبت ملی مجھے

موج

کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں لوگ
زندگی میں آ کر
زندگی سنوارتے ہیں
مسکراتے ہیں، ہنساتے ہیں
شاد رکھتے ہیں
نہ دن دیکھیں نہ رات دیکھیں
پیار محبت کو آباد رکھتے ہیں
وہ یہ جانتے ہیں کہ زندگی میں
ایسے رشتے ہیں جن کا خیال رکھا جائے
زندگی بھر نبھایا جائے
ایسے ہی رشتے دلوں میں سدا آباد رہتے ہیں

غزل

چاند کے جیسا ایک ہالا ہے
کان میں اُس کے ایک بالا ہے

عکس اس کا ہے میری آنکھوں میں
سر سے پاؤں تلک نرالا ہے

خوب سجتا ہے وہ ہر اِک پل میں
وہ ہر اِک سوچ سے ہی بالا ہے

آنکھ اُس کی اگر نشیلی ہے
پھر یہ کاجل سا کیسا ڈالا ہے

جیسے ہم دل و جاں سے چاہتے ہیں
کب کوئی ایسا چاہنے والا ہے

غزل

لگا سینے میں یوں وہ جیسے بھالا ہے
جگر کا خون بھی اُس نے نکالا ہے

نبی ﷺ کے نور نے اکبر کے لاشے کو
اُٹھا کے اپنے ہی کاندھے پہ ڈالا ہے

رہے ہیں پیاسے یوں کرب و بلا والے
سکینہ بی بی کے ہاتھوں میں پیالہ ہے

یزیدِ وقت تو برباد ہے، دیکھو
حُسین ابنِ علیؓ کا بول بالا ہے

دعا سلمیٰ نے مانگی، اذن مل جائے
نظر میں کربلا کا خواب ڈالا ہے

نام سمیعہ اقبال، قلمی نام سمیعہ ناز، تخلص ناز، اپریل ۱۹۶۹ء کو سرائے عالمگیر، جہلم، ضلع گجرات پاکستان میں پیدا ہوئیں تاہم لیڈز، برطانیہ، یو کے میں رہائش پذیر ہیں۔ بزنس اسٹڈیز میں گریجویٹ ہیں۔ دو نعتیہ کلام کے مجموعے بالترتیب ''خزینۂ نور اور خزینۂ رحمت کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔ درس و تدریس سے وابستہ ہیں۔ براڈ کاسٹر بھی ہیں۔ نور ٹی وی یو کے پر نعت کے پروگرام ''بزم نور'' کی پیشکار رہیں۔ نعت خواں، نعت گو شاعرہ، اناؤنسر۔ نعتیہ مشاعرے نعتیہ محافل کی آرگنائزر ہیں۔ شاعری کا آغاز ۱۹۸۷ء میں زمانۂ کالج سے کیا۔ اصناف سخن میں غزل، پابند نظم اور آزاد نظم میں طبع آزمائی کرتی رہیں لیکن شاعری کا سلسلہ ۱۹۹۱ء میں موقوف کر دیا۔ باقاعدہ نعت نگاری کا آغاز ۱۹۹۴ء میں کیا جس میں انہوں نے نعتیہ غزلیں، نعتیہ رباعی، نعتیہ نظموں کے ساتھ ساتھ مناقب بھی لکھیں اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ ان کا نمائندہ شعر ہے ۔

ثنا کے پھول اُنہی کے کرم سے کھلتے ہیں
سخن وری کا بھلا کب کمال ہے مجھ میں

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

جیسے ہی آئے طیبہ کا موسم خیال میں
اُترے ہے عرشِ نور کی رم جھم خیال میں

شام و سحر میں لکھوں فقط نعتِ مصطفٰے ﷺ
رہتی ہوں محو اُن کے ہی پیہم خیال میں

یادِ حضور ﷺ میں ہی تڑپتا ہے دل مرا
رہتی ہے آنکھ اُن ﷺ کے ہی پرنم، خیال میں

وہ ﷺ جانِ کائنات ہیں غم خوارِ دو جہاں
پایا ہے اُن ﷺ کی یاد کا مرہم خیال میں

جب بھی کیا ارادہ کہ لکھوں ثنائے پاک
رحمت کی بارشیں ہوئیں یک دم خیال میں

اُترا ہے میرے دل پہ ترا نام اس طرح
دھڑکن ادب سے چلتی ہے مدھم، خیال میں

فرصت کہاں جمالِ نبی ﷺ سے ہی ناز کو
آتا نہیں ہے پاس کوئی غم ، خیال میں

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

سب کے چہروں پہ خوشی کا یوں اجالا آیا
جب مدینے کا سفر عظمتوں والا آیا

روشنی پھیلی، بدلتی گئی سب کی یوں حیات
وہ ﷺ حرا سے لے کے جب نور کا ہالہ آیا

تیرگی مٹتی گئی ظلمتوں کی جیسے ہی
آپ ﷺ آئے تو دو عالم میں اجالا آیا

روشنی بڑھتی گئی دل میں مرے ہر لمحہ
جیسے ہی شہرِ مدینہ کا حوالہ آیا

آنکھ سے بہنے لگے اشک مرے یوں پیہم
جیسے ہی ذکرِ نبی سیدِ والا ﷺ آیا

نازؔ خوش بختی ہے تیری جو زباں پر تیرے
نعتِ سرکار ﷺ کا ہر آن حوالہ آیا

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

شہرِ طیبہ سے کوئی شہر نہ اعلیٰ دیکھا
دو جہاں میں وہ سدا عظمتوں والا دیکھا

کتنا وہ شخص خوشا بخت ہے میرے مولا ﷺ
جس نے طیبہ کا ضیا بار اجالا دیکھا

رشک جتنا بھی کروں بخت پہ اپنے کم ہے
اُن ﷺ کی مدحت ہی سدا اپنا حوالہ دیکھا

اس کی آنکھوں کے میں قربان، میں واری جاؤں
والضحیٰ چہرے کا جس نے بھی اجالا دیکھا

بام و در دیکھے حسیں طیبہ نگر کے کیا کیا
سبز گنبد کا نظارہ بھی نرالا دیکھا

میرے آقا ﷺ تری رحمت نے مرے دل جاں کو
کس طرح غم سے بچا کے ہے سنبھالا، دیکھا

آئے ہیں دنیا میں لاکھوں ہی نبی لیکن یوں
آپ ﷺ سا کوئی کہاں رتبہ میں بالا دیکھا

سیّد انوار زین

نام سیّد انوار، تخلص زینؔ، تعلیم ماسٹرز، کراچی سے تعلق ہے اور اسی شہرِ بے مثال میں رہائش پذیر بھی ہیں۔درس و تدریس سے وابستہ رہے ہیں اور ریٹائرمنٹ کے بعد بھی درس و تدریس سے ہی وابستہ ہیں۔اِن کے کلام میں اساتذہ جیسی گہرائی اور پختگی پائی جاتی ہے۔اب تک کوئی کتاب شائع نہیں ہو پائی ہے تاہم مستقبل قریب میں ایسا ہونا ناممکن بھی نہیں۔اِن کا نمائندہ شعر ہے۔

ہم نے تدریس میں گزاری ہے
زندگی جس قدر ہماری ہے

غزل

ہے اُن کا مسکراتا سا پیکر خیال میں
غم سب بھلا رہا ہوں یوں کھو کر خیال میں

اس سے ملے ہوئے ہمیں برسوں گزر گئے
ہم جس کے ساتھ رہتے ہیں اکثر خیال میں

تیری حسین یادوں میں گزری ہے روز و شب
یہ زندگی ہماری ستم گر خیال میں

دستک سے جن کی جاگتی ہیں یادیں بے شمار
کچھ بن گئے ہیں ایسے ہی منظر خیال میں

کیا وہ بھی سوچتا ہے یوں شب بھر مجھے کبھی
گم صم مجھے جو رکھتا ہے شب بھر خیال میں

جس کو سجا رہا ہوں ترے ساتھ مل کے اب
میں نے بنا لیا ہے وہی گھر خیال میں

رہتی ہے زینؔ ہم پہ مہربان اس کی یاد
پھر ہوش کس کو رہتا ہے اکثر خیال میں

غزل

دل سے حسرت کو نکالا تو نہ تھا
میں اسے بھولنے والا تو نہ تھا

دوستوں کا یہ کرم کیا کم تھا
تیر تھے ہاتھوں میں بھالا تو نہ تھا

میں تھا آدابِ محبت کا اسیر
ورنہ ان ہونٹوں پہ تالا تو نہ تھا

کیسے چہرے پہ خوشی آ جاتی
دل میں اک غم تھا اجالا تو نہ تھا

آزمائش میں لٹاتا جاں وہ
عشق یہ اتنا نرالا تو نہ تھا

جانچ لیتا جو محبت میری
پاس اس کے وہی آلہ تو نہ تھا

اس سے شکوہ ہو تو کیسا شکوہ
میں نے بھی خود کو سنبھالا تو نہ تھا

مانگ کر دیکھتا تو جاں میری
اس کو میں نے کبھی ٹالا تو نہ تھا

زینؔ کن لوگوں سے اس کا کہنا
معتبر کوئی حوالہ تو نہ تھا

غزل

دل کو سو بار کھنگالا جائے
جب محبت کو نکالا جائے

ہنس کے رخصت تو کیا تھا اُس کو
کس طرح دل کو سنبھالا جائے

جب ترا ذکر نہ ہو باتوں میں
تیرا باتوں سے حوالہ جائے

جو مری جیت کا ضامن ٹھہرے
ایسے سکے کو اچھالا جائے

اس کو سننی ہے صدائیں دل کی
وہم یہ دل میں نہ ڈالا جائے

سیّدہ فرحین نجم فرحی

نام سیّدہ فرحین نجم، تخلص فرحی، انٹرنیشنل ریلیشنز میں ایم اے کر رکھا ہے۔ایڈمنسٹریٹر ہیں۔کراچی سے تعلق ہے اور یہیں رہائش پذیر ہیں۔ ادب سے پرانا تعلق ہے۔نثر میں افسانہ نگاری شامل ہے،ان کے افسانے کئی جرائد میں شائع ہو چکے ہیں۔نظم میں غزل اور نظم پسندیدہ اصنافِ سخن ہیں۔شاعری کی ابتداء ۲۰۱۷ء میں کی۔تاحال کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی۔ان کا نمائندہ شعر ہے

ستارہ بن کے فلک پر سدا چمکتی رہوں
فلک پہ میرا ابھی ایسا کوئی نشان رہے

ای میل f.jafri82@gmail.com

غزل

وہ میرا ہم زبان ہوا ہے خیال میں
ہاں پیار بھی بیان ہوا ہے خیال میں

دن رات یادگار بنائے گئے مرے
احسان مجھ پہ جان ہوا ہے خیال میں

دل میں ہے صبح و شام بسیرا کیے ہوئے
وہ ایسا مہربان ہوا ہے خیال میں

ہر بار اُس کی یاد سے میں سرخ رہی
ایسا بھی امتحان ہوا ہے خیال میں

کیسے اُسے بھلا کے میں خود سے الگ کروں
وہ میرا سائبان ہوا ہے خیال میں

بھیجے ہیں اس کو پھول محبت کے واسطے
مہکا ہے زعفران ہوا ہے خیال میں

فرحیؔ نہیں ہے تاب سخن اُس سے روبرو
لیکن وہ میری جان ہوا ہے خیال میں

غزل

زندگانی کا یہ انداز نرالا دیکھا
ہم نے انسان پہ چلتا ہوا بھالا دیکھا

دیکھے بکھرے یہاں رشتوں کے کئی رنگ مگر
خوں کے رشتوں کا فقط رنگ ہی کالا دیکھا

رشک آیا نہ فقط ہم نے دعا دی اُس کو
جس کے چہرے پہ محبت کا اجالا دیکھا

بن رہے ہیں جو نئے رشتے سرِ عام یہاں
رشتے داروں کے دِلوں پر لگا جالا دیکھا

وہ محبت میں جو توحید کا قائل ہوگا
ہم نے ایسا نہ کوئی چاہنے والا دیکھا

بوڑھے ہاتھوں کو نہ دے پائے سہارا اپنا
ایسا بدبخت یہاں گود کا پالا دیکھا

جس نے رکھا ہے بھرم حرمتِ انساں کا فرحیؔ
اُس کے اردگرد حسیں نور کا ہالہ دیکھا

سیّدہ منور جہاں منور

نام سیّدہ منور جہاں زیدی، قلمی نام منور جہاں منور، تعلیم ایم ایس سی، سوشل میڈیکل آفیسر رہ چکی ہیں اور اب ریٹائرمنٹ کی زندگی گزار رہی ہیں۔ کینڈا میں مقیم ہیں۔ اردو ادب سے بچپن ہی سے لگاؤ رہا ہے۔ شاعری میں خصوصی دلچسپی رکھتی ہیں۔ اصنافِ سخن میں ابلاغ کا محبوب ذریعہ غزل ہے۔ دو کتابیں ''داستان'' اور ''سلسلۂ رنگِ عقیدت'' شائع ہو چکی ہیں۔ مستقبل قریب کی متوقع کتابوں میں ''منزلِ عشق''، ''گلہائے رنگ رنگ'' اور ایک اور شاعری کا مجموعہ شامل ہے جس کا نام ابھی رکھنا باقی ہے۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے ؎

بہت حسین ہے تیرے خیال کی دنیا
جہاں پہ کوئی نہ تھا ہم وہاں بھی ہو آئے

غزل

تمام عمر ترے غم کو دل میں پالا ہے
مرا جنون زمانے میں کچھ نرالا ہے

سمجھ رہی تھی میں الفت کو زندگی اپنی
مجھے تمہاری محبت نے مار ڈالا ہے

تمہاری یاد کا سورج بھی ساتھ چلتا ہے
سیاہ رہ میں اسی سے مری اجالا ہے

غریب شہر کا پرسانِ حال کوئی نہیں
امیرِ شہر کا اب خوب بول بالا ہے

ترے کرم سے ہمیں آس تھی بہت لیکن
چبھا تھا دل میں جو کانٹا کہاں نکالا ہے

بچھڑ کے تجھ سے میں آخر بکھر گئی ہوتی
ترے خیال نے مجھ کو مگر سنبھالا ہے

ملے کبھی تجھے فرصت تو آ کے پڑھ لینا
ترا سراپا منوّر نے خوب ڈھالا ہے

شاہ روم خان ولی

نام شاہ روم خان، قلمی نام شاہ روم خان ولی، ولدیت الحاج مناظر خان۔ ۱۰ مارچ ۱۹۸۶ء کو مردان، خیبر پختونخواہ میں پیدا ہوئے۔ تعلیم ایف۔اے تک حاصل کی۔ فی الحال کراچی میں رہائش پذیر ہیں۔ ذاتی کاروبار سے وابستہ ہیں۔ شاعری کی ابتداء ۲۰۰۰ء میں ہوئی۔ اصناف سخن میں حمد، نعت، سلام، غزل، نظم، افسانہ وغیرہ میں دلچسپی ہے۔ تین شعری مجموعے شائع ہو چکے ہیں جن میں ''وجود کا سورج'' (غزلیات) ۲۰۱۸ء، ''دکھ مسافر ہیں'' (نظمیں) ۲۰۱۹ء اور ''چراغ'' (انتخاب غزل) اپریل ۲۰۱۹ء شامل ہیں۔ دس کے قریب کتابیں زیرِ طبع ہیں۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے ؎

آپ کے جانے سے ممتاز ہوئے دوسرے لوگ
چاند ڈوبا ہے تو جگنو بھی نظر آئے ہیں

ای میل Shahyankhan219@gmail.com

غزل

میں اُسے ڈھونڈنے ہی والا تھا
جو مرا آخری نوالہ تھا

روشنی چیونٹی کی چال چلی
علم کا بس یہی حوالہ تھا

وہ مجھے مارنے کو آیا ہے
گود میں جس کو اپنی پالا تھا

دردِ دل در نہ آئے باتوں میں
اس لئے منہ پہ اس کے تالا تھا

آج مسند پہ بیٹھنے والے
کل تو میں نے تجھے سنبھالا تھا

اب اکڑ کر عدو وہ پھرتا ہے
جس کی گردن میں طوق ڈالا تھا

میں وؔلی خواب سے نکل آیا
جو مرا اپنا دیکھا بھالا تھا

نام شعیب ربانی، تخلص شاہین فصیح ربانی/فصیح، کراچی یونیورسٹی سے ایم اے اردو کررکھا ہے۔ملازمت کے پیشے سے منسلک ہیں۔رہائشی شہر دینہ، جہلم (پاکستان) ہے۔شاعری کی ابتدا ۱۹۸۲ء میں ہوئی۔اصناف سخن میں غزل، آزاد نظم، ماہیا، ہائیکو، دوہا، رباعی، قطعہ غرضیکہ ہر صنفِ ابلاغ پر طبع آزمائی کی اور خوب کی۔دو کتابیں منظرِ عام پر آچکی ہیں،کوئی خواب ہمارا ہو (اردو پنجابی ماہیے) ۲۰۰۲ء اور اگلے پَل کی طرف (غزلیات) ۲۰۰۶ء۔اِن کا نمائندہ شعر ہے۔

آپ مغرور کیوں سمجھتے ہیں
مجھے کم بولنے کی عادت ہے

ای میل sfaseehrabbani@yahoo.com

غزل

بسی کچھ اس طرح وہ صورتِ حسیں خیال میں
سوائے اس کے کچھ بھی اب رہا نہیں خیال میں

محبتوں میں آشنائی حیرتوں کی جان ہے
ملے تو ہم ضرور تھے مگر کہیں خیال میں

بدن جلے تو دوستوں کی دشمنی عیاں ہوئی
کہ دیکھتے تھے پھول ان کے آتشیں خیال میں

کسی سے کچھ گلہ کیا، نہ خود سے کچھ کہا سنا
حقیقتوں میں غم ملا، رہے حزیں خیال میں

حقیقتوں میں ساتھ اس کا بے طرح محال ہے
بسا لیا گیا اسے بنا بریں خیال میں

کبھی کبھی چلے گئے فلک کی سیر کے لیے
وگرنہ رنگ بانٹتی رہی زمیں خیال میں

فصیحؔ داد خواہ سامعیں کو دیکھتا رہا
کہ محو ہو گئے تھے لوگ دلنشیں خیال میں

غزل

چمن نسرین و لالہ مانگتے ہیں
کھنڈر مکڑی کا جالا مانگتے ہیں

تپسیا کا چرایا شوق دل میں
مرے اشکوں کی مالا مانگتے ہیں

یقیں اپنی کتابوں پر نہیں ہے
جو غیروں کا حوالہ مانگتے ہیں

وہ جن کی سوچ جگنو کی طرح ہے
وہ ہر جانب اجالا مانگتے ہیں

نہیں کچھ اور خواہش ہاں مگر دل
محبت کرنے والا مانگتے ہیں

لہو میں نے یونہی بیچا نہیں ہے
مرے بچے نوالہ مانگتے ہیں

رہائش ہم غریبوں کی جہاں ہے
وہ گوشے بھی اجالا مانگتے ہیں

مری باتیں سنیں تو ہنس کے بولے
تمہارے ہونٹ تالا مانگتے ہیں

فصیح اِن ڈوبنے والوں کو دیکھو
کہ تنکوں کا سنبھالا مانگتے ہیں

شفیق رائے پوری

نام اے شفیق، تخلص شفیق رائے پوری، تعلیم : گریجویٹ (بی اے اردو و فارسی مضامین کے ساتھ) ۔سرکاری ملازمت سے سبکدوش (وظیفہ یافتہ) ہیں۔رہائشی شہر جگدل پور ضلع بستر چھتیس گڑھ، انڈیا ہے۔شاعری کی ابتدا 1975 سے ہوئی جو تا حال جاری وساری ہے۔اصناف سخن میں غزل اور نعت ومنقبت میں طبع آزمائی مرغوب ہے۔غزلوں کا ایک مجموعہ صراطِ کرب کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ایک نعت ومناقب کا مجموعہ زیرِ اشاعت ہے جو جلد منظرِ عام پر آجائے گا۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے ۔

دکھا کے لوگوں کو آئینہ کیا ملا مجھ کو
تمام شہر کو اپنے خلاف میں نے کیا

ای میل shafiqueraipuri.5654@gmail.com

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

گھر کر چکا ہے گنبدِ خضریٰ خیال میں
رہتا ہے صبح و شام وہ روضہ خیال میں

آ کر دل و دماغ معطر بنا گیا
سرکارِ دو جہاں کا پسینہ خیال میں

دربارِ مصطفےٰ ﷺ میں گئے ہم بصد ادب
قرآنی آیتوں کو بھی رکھا خیال میں

تم چاہتے ہو دیکھنا آدابِ زندگی
لے آؤ مصطفےٰ ﷺ کا گھرانا خیال میں

یادِ شہِ امم ﷺ ہے شریکِ سفر ابھی
پھیلا ہوا ہے نوری اُجالا خیال میں

جاتا نہیں خیال سے بارانِ مشک و نور
رہتا ہے ان کا روضہ ہمیشہ خیال میں

اشعار پڑھ کے کہنے لگیں لوگ مرحبا
لاؤ شفیقؔ رنگ اچھوتا خیال میں

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

پھیلتا ہی گیا اک ایسا اجالا نکلا
جب حرا سے وہ مرا رحمتوں والا نکلا

میری بخشش کا یہی ایک حوالہ نکلا
فردِ اعمال سے نعتوں کا رسالہ نکلا

تیغ نکلی نہ تبر نکلا نہ بھالا نکلا
گھر سے سرکار کے اخلاق کا آلہ نکلا

شہرِ طیبہ کے لئے راہ نکلتی ہی نہ تھی
میرے سرکار نے جب رستہ نکالا نکلا

اور پھر ہم کو تھکن بھی نہیں محسوس ہوئی
شہرِ طیبہ کا سفر راحتوں والا نکلا

گنبدِ خضرا کو دیکھا ہے بہت جی بھر کے
تب کہیں جا کے مِری آنکھ کا جالا نکلا

یا نبی آپ کے جیسا کہیں دیکھا ہی نہیں
بس یہی بولتا ہر دیکھنے والا نکلا

گمشدہ سوئی ملی تیرہ شبی میں آقا
اک تبسم سے ترے ایسا اجالا نکلا

گنبدِ خضرا کے سائے میں جو کھایا تھا شفیقؔ
وہ نوالا تو بڑا برکتوں والا نکلا

شہناز رضوی

نام شہناز رضوی، تخلص شہناز، تعلیم گریجویشن، پی آئی اے میں آفیسر ہیں۔ رہائشی شہر کراچی ہے۔ شاعری کی شروعات انتہائی بچپن یعنی محض چودہ سال کی عمر میں ہوئی۔ اصنافِ سخن میں حمد، نعت، منقبت، سلام، مرثیہ، نوحہ، غزل، نظم غرض یہ کہ ہر صنفِ سخن پر خامہ فرسائی کی۔ ایک شعری مجموعہ متاعِ زیست کے نام سے موجود ہے۔ ایک اور مجموعہ زیرِ ترتیب ہے۔ موجِ غزل کی انتہائی سرگرم رکن ہیں اور روزِ اوّل سے اس کے ساتھ ہیں۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے۔

صرف ممتا کا جوش تھا ورنہ
آبِ زم زم رواں نہیں ہوتا

غزل

کیسا سما گیا ہے یہ منظر خیال میں
ہے لازوال حُسن کا پیکر خیال میں

اپنا ہی ہوش ہے نہ ہے دُنیا کی کچھ خبر
کس وجد میں ہے دیکھو قلندر خیال میں

یادوں پہ اپنی پہرے لگائے تو ہیں مگر
آتا ہے پھر بھی روز ستمگر خیال میں

چاروں طرف ہے نور کی کرنوں کا اک ہجوم
دیکھ آئی ہوں میں اپنا مقدر خیال میں

میں بڑھ رہی ہوں منزلِ بے نام کی طرف
رہزن خیال میں ہے نہ رہبر خیال میں

کیسے سُناؤں اپنی میں رودادِ غم اُسے
بیٹھا ہُوا ہے کب سے وہ آ کر خیال میں

شہنازؔ ظلمتیں سبھی کافور ہو گئیں
ہے روشنی کا ایک سمندر خیال میں

غزل

آئینے میں جو عکس ڈھالا ہے
مدتوں اُس کو دل میں پالا ہے

میرا سایا بھی میرے ساتھ نہیں
روشنی کا یہ کیسا ہالا ہے

کیا بتاؤں کہ کس طرح میں نے
سر سے موجِ بلا کو ٹالا ہے

نیند آ کر نہ دی مجھے اِک پل
صبح کا وقت ہونے والا ہے

اچھا لگتا ہے ہر کسی کو وہ
اُس کا انداز ہی نرالا ہے

اور بھی غم تھے آس پاس مگر
دل نے بس ایک غم ہی پالا ہے

مل ہی جائے گی کوئی جائے پناہ
شہر تو وہ بھی دیکھا بھالا ہے

وہ مِری سوچ میں سمائے کیا؟
وہ مِری فکر سے بھی بالا ہے

بات شہنازؔ حق کی کرتا کون؟
ہر زباں پر ہی آج تالا ہے

صبیحہ خان

نام صبیحہ خان، تخلص صبیحہؔ، تعلیم گریجویٹ۔ صحافت کے شعبہ سے وابستہ ہیں۔ بطور فری الائنس جرنلیسٹ ''اردو نیوز، سعودی عرب'' اور ''اردو پوسٹ، کینیڈا'' میں کالم حالاتِ حاضرہ پر اس کے علاوہ سماجی، معاشرتی، مسائل پر کالم لکھنا اور اردو ٹی وی کینیڈا پر بطور ''کو ہوسٹ'' بھی فرائض انجام دیتی ہیں۔ ٹورنٹو، کینیڈا میں رہائش پذیر ہیں۔ شاعری کی با قاعدہ ابتداء ۲۰۰۱ء میں کی۔ اصنافِ سخن میں غزل، کالم اور فکاہیہ کالم کو اظہار کا بہترین وسیلہ سمجھتی ہیں۔ اپنی کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی تاہم دو شعری انتخاب ''نئی اڑان (۲۰۱۵)'' اور ''شعر و سخن ہمارے'' میں اِن کی شاعری اور نثر بھی شامل ہے۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے ؎

دریچہ ہے یہ اِسی کا، یہ در اسی کا ہے
چلا گیا وہ مگر میرا گھر اسی کا ہے

ای میل sabanaz00@hotmail.com

غزل

اک شخص آتا رہتا ہے اکثر خیال میں
ہوتا ہے کیسا پیار کا منظر خیال میں

ہو کیا خیال و خواب کی باتوں کا تذکرہ
جذبات کا ہو کوئی سمندر خیال میں

ہر اک قدم زمانے کی دیوار ہے کھڑی
پابندیاں بھی رہتی ہیں ہم پر خیال میں

سو بار اس سے کہہ دیا تھا باز وہ رہے
آتا ہے پھر بھی روز ستمگر خیال میں

اس کے بغیر جینے کا چارہ نہیں کوئی
رہتا ہے اس لئے مرا دلبر خیال میں

چاہا نصیب اپنا بنا لوں کسی طرح
بگڑا ہر ایک بار مقدر خیال میں

میں نے صبیحہؔ چاہا کہ بن جائے کوئی بات
لیکن رہی وہ بات بکھر کر خیال میں

صفیہ ناز

نام صفیہ رزاق ناز، تخلص ناؔز، تعلیم بی اے۔ گھریلو خاتون ہیں۔ مڈلزبرو، برطانیہ میں رہائش پذیر ہیں۔ شاعری کی باقائدہ ابتداء بارہ سال کی عمر سے کی۔ اصنافِ سخن میں صرف اور صرف نعت شریف میں خامہ فرسائی کرنا پسند کرتی ہیں۔ اِن کی اولین تصنیف نثر میں ''زندگی بندگی'' اور پھر نعت شریف میں ''گلدستۂ نعت''، ''نورِ بطحا''، ''عجز'' شامل ہیں۔ اِن شاء اللہ ایک اور نعتیہ شاعری کا مجموعہ ''شرف'' کے نام سے جلد متوقع ہے۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے ؎

اِسی میں گزرے حیات میری یہی تو جینے کا ہو سہارا
میں ہر ورق پر دیوانِ دل کے پیارے آقا ﷺ کا نام لکھوں

ای میل Razzaqsafia@gmail.com

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

رہتا ہے شاہِ دین ﷺ کا چہرہ خیال میں
لکھوں ثنا ہو آپ ﷺ کا اُسوہ خیال میں

دل میں سما گئی ہیں جو طیبہ کی رونقیں
ہر پل وہ پُرانوار ہے روضہ خیال میں

آنکھوں میں بس کے رہ گئی صورت حضورؐ کی
دِکھتا ہے چار سُو مجھے جلوہ خیال میں

بکھری ہوئی ہیں خوشبوئیں، سانسیں مہک گئیں
جب آ گیا ہے اُن ﷺ کا پسینہ خیال میں

قربت ملی تھی جن کو بھی آقا کریم ﷺ کی
وہ آ گیا ہے میرے زمانہ خیال میں

گزرے تھے شاہِ والا ﷺ بھی جس راہ سے کبھی
چوما ہے نازؔ نے وہی رستہ خیال میں

ص۔ ع۔ علوی

نام صبیح فاطمہ عابدی وصفیہ عابدی علوی، تخلص عالیؔ، ایم۔ اے (اردو)، بی۔ ایڈ کیا ہوا ہے۔ اسلامیہ کالج، باربنکی میں اُردو کی لیکچرر ہیں۔ بارہ بنکی، صوبہ اتر پردیش انڈیا سے تعلق رکھتی ہیں اور وہیں رہائش پذیر ہیں۔ شاعری کی ابتداء بارھویں جماعت سے ہی کر دی تھی تاہم اس میں باقاعدگی ۲۰۰۹ء کے بعد آئی۔ غزل اور نظم محبوب ترین اصنافِ ادب ہیں۔ شاعری کا ایک مجموعہ زیرِ ترتیب ہے اور جلد متوقع ہے۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے ؎

مرے مالک مرے حرفِ دعا کی لاج رکھ لینا
ملے توبہ کا رستہ، راہِ استغفار کھل جائے

غزل

نگیں سونے کا بالا مانگتے ہیں
حسیں چندا کا ہالہ مانگتے ہیں

چمن نسریں و لالہ مانگتے ہیں
ذہن حسن و جوالہ مانگتے ہیں

جفا کے بدنما رنگوں کو دے کر
وفاؤں کا اجالا مانگتے ہیں

سجے ہیں سوچ کی مسند پہ ایسے
ذہن پر صرف تالا مانگتے ہیں

نئے انداز سے نکلے سنور کے
وہ اب سب کو نکالا مانگتے ہیں

نگاہیں جگنوؤں کو ڈھونڈھتی ہیں
چراغوں کا اجالا مانگتے ہیں

مری عاؔبی وہ تیری چاہتوں کا
وہ اندازِ نرالا مانگتے ہیں

ڈاکٹر ضیاء الدین ضیاءؔ

نام ڈاکٹر ضیاء الدین، تخلص ضیاؔء۔ پوسٹ ڈاکٹریٹ سافٹ ویئر انجنئرنگ کر رکھی ہے۔ درس و تدریس سے وابستہ ہیں۔ ڈیرہ اسماعیل خان کے رہنے والے ہیں اور گیلانی ٹاؤن، ڈیرہ اسماعیل میں رہائش پذیر ہیں۔ خاصے عرصے سے لکھ رہے ہیں۔ شاعری کی ابتداء ۱۹۹۱ء سے کی تھی اور زمزمۂ سخن تا حال جاری ہے۔ غزل اور نظم میں خامہ فرسائی میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ اب تک کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی تاہم مستقبل میں اس کا ارادہ ضرور رکھتے ہیں۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے

اِسی دلاسے پہ آج تک میں دیارِ شب میں بھٹک رہا ہوں
نئے دریچے میں شمعِ وعدہ کسی نے رکھی سنبھال بھی ہو

ای میل ziasahib@gmail.com

غزل

درپیش ہیں کچھ ایسی ہی راتیں خیال میں
تھک جائیں کرو اتنی ہی باتیں خیال میں

آنکھوں میں کبھی، یا وہ کبھی تیری گلی میں
کاٹیں ترے قیدی نے وہ راتیں خیال میں

وادی کی ہوا کا وہ مدھر گیت سنا تو
کرتے رہے چنار سے باتیں خیال میں

آ تجھ کو دکھائیں ذرا اپنی صبحوں کا حال
ملبوس ترا کرنوں سے کاتیں خیال میں

جو کچھ کہا تھا تم نے وہ جاتے سمے مجھے
تازہ ہیں ابھی وہ تری باتیں خیال میں

ضیاء شہزاد

نام ضیاء الدین، قلمی نام ضیاء شہزاد، ۲۷ جنوری ۱۹۴۲ء کو باول، ہریانہ، انڈیا میں پیدا ہوئے۔ جامعہ کراچی سے صحافت میں ایم اے کر رکھا ہے۔ مختلف اخبارات و جرائد سے وابستہ رہے۔ ذاتی روزنامہ قومی اتحاد جاری کیا۔ ماہنامہ ''سات رنگ ڈائجسٹ'' اور ''داستان ڈائجسٹ'' کے مدیر رہے۔ ذاتی فلم ''دلاری'' بنائی، جس کے سکرپٹ رائٹر، ڈائریکٹر اور پروڈیوسر خود تھے۔ بے شمار فلموں کے سکرپٹ اور گیت لکھے۔ مختلف ڈائجسٹوں میں افسانے، قسط وار و مختصر کہانیاں لکھیں۔ اِن کی کتابوں میں ''یادوں کے اجالے''، ''ہجر کا تماشا''، ''چاند سا چہرہ'' اور ''ہجر کے رات دن'' شامل ہیں۔ بے شمار کتب زیرِ اشاعت ہیں جن میں حمد و نعت کا مجموعہ، نظموں کا مجموعہ، افسانوں کا مجموعہ ''ہمسفر'' اور ناول ''بدنام'' شامل ہیں۔

غزل

نہ آسماں خیال میں نہ ہے زمیں خیال میں
گزرتے ہیں یہ رات دن ترے حسیں خیال میں

کبھی تھی مجھ میں زندگی جو عاشقی نے چھین لی
بسائے پھرتا ہوں بس ایک نازنیں خیال میں

بھلا جہاں میں آدمی کرے گا کوئی کام کیا
جب آ کے بس گئی ہو کوئی مہ جبیں خیال میں

کبھی کبھی ہوا کے ساتھ دل بھی گنگناتا ہے
سرور ملتا ہے مجھے کسی حسیں خیال میں

عجیب ہے یہ دلبری عجب سا اک سرور ہے
اگرچہ میں یہیں ہوں پر ہے دل کہیں خیال میں

یہ دل لگی کا کھیل بھی بڑا عجیب کھیل ہے
مزا کہیں نہیں ہے جو ہے دلنشیں خیال میں

عبادتوں میں لوگوں کی وہ بات اب نہیں رہی
ہے سر ضرور سجدے میں مگر جبیں خیال میں

زمانہ کس قدر برا ہے کوئی سوچتا نہیں
قدم اٹھاتے ہیں کہیں پڑیں کہیں خیال میں

ہے شاہزاد مشورہ گرہ سے اس کو باندھ لو
اڑو نہ آسمان پر رہے زمیں خیال میں

غزل

دل کہاں مجھ سے سنبھلنے والا
جپتا ہے روز ہی تیری مالا

دل میں ہو اس کے محبت آباد
رنگ کیسا بھی ہو چاہے کالا

میری ہرجائی مجھے لگتی ہے
پھول ارمانوں کا اور اک لالہ

تیری خاطر مرے ٹوٹے پاؤں
روتا رہتا ہے مرا ہر چھالا

جب بھی تو خواب میں آتی ہے مرے
پہنے رہتا ہوں خوشی کا ڈالا

روتے دیکھا ہے کئی ماؤں کو
ہوگئے غیر جنہیں تھا پالا

ایسے احباب سے بچ کر رہنا
جو لگیں اپنے مگر من کالا

بات کو تول کے بولو اپنی
لفظ بن جائیں کہیں نا بھالا

اب تو تم کچھ بھی نہیں ہو شہزادؔ
تھا کبھی بول تمہارا بالا

غزل

تمہارے شہر کا منظر بڑا نرالا ہے
خموشیوں نے یہاں اپنا ڈیرہ ڈالا ہے

جسے بھی دیکھو وہ سر کو جھکائے چلتا ہے
امیرِ شہر نے کیا حکم یہ نکالا ہے

ہر ایک جھوٹے کا چہرہ کھِلا ہوا دیکھا
جو سچی بات کہے اس کے منہ پہ تالا ہے

ہمارے جیسا بھی دیوانہ اور ہوگا کوئی
جو بے وفا ہے اسی کی گلے میں مالا ہے

تمہارے بعد کبھی کے بگڑ گئے ہوتے
جو تم سے پیاں تھا اس نے ہمیں سنبھالا ہے

اس اجلے شہر کی تصویر ہم نے یہ دیکھی
نفیس لوگوں کا حد درجہ دل ہی کالا ہے

کہاں کہاں نہ پھرے ہم تمہاری چاہت میں
بلا سے لاکھ رقیبوں نے جال ڈالا ہے

زمانے بھر سے لڑے اور ڈٹے رہے ہر دم
مگر تمہاری نگاہوں نے مار ڈالا ہے

کسی کا ہوتا نہیں ہے زمانہ اے شہزاد
ہر اک قدم پہ غنیموں سے پڑتا پالا ہے

عبدالرحمن ظفر مرغوبپوری

نام عبدالرحمن، تخلص ظفر مرغوبپوری، تعلیم عربی چہارم۔ امامت کے پیشے سے وابستہ ہیں۔ روڑکی، بھارت میں رہائش پذیر ہیں۔ شاعری کی ابتداء ۲۰۱۸ء میں کی۔ اصناف سخن میں حمد، نعت، غزل وغیرہ میں مشقِ سخن کرنا پسند کرتے ہیں۔ کتاب ابھی تک کوئی شائع نہیں ہوئی تاہم مستقبل قریب میں ایک عدد شعری مجموعہ "گلوں کا دریا" کے نام سے شائع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے؎

یہ بیکسی ہے میری کہ جس نے دغا نہ کی
مردہ ضمیر ہے تو کہ تو نے حیا نہ کی

غزل

گلی گلی نگر نگر ڈگر ڈگر خیال میں
وہ وحشتوں کا شور ہے اِدھر اُدھر خیال میں

ملے گا کیا کراہ کر بدن کو یوں نہ خاک کر
دماغ سے نکال دے ہے ہمسفر خیال میں

مجھے وہ چھوڑ کر گیا اکیلا اِس جہان میں
بھلا دیا ہے میں اسے رہے مگر خیال میں

وہ نور بن کے چاندنی بکھیرتا ہے آج بھی
نسیمِ صبح لائے ہے وہی قمر خیال میں

یہ رفعتیں یہ دولتیں ملی تو خدا نہ بن
قضا کرے گی سب بھسم یہ رکھ بشر خیال میں

تمام وقت ہو بسر عبادتوں کی گود میں
وہ قبر کی اندھیری شب رہے اگر خیال میں

مجھے گیا وہ چھوڑ کر گلہ نہیں ہے اے ظفرؔ
عیب کا ہے میرے تئیں یہ ہے کسر خیال میں

عبدالغنی ماہر

نام عابد عبدالغنی، تخلص ماہر، تعلیم ایل ایل ایم، وکالت کے پیشے سے وابستہ ہیں۔ حیدرآباد دکن، ورنگل، انڈیا میں سکونت اختیار کئے ہوئے ہیں۔ شاعری کی ابتداء ۲۰۱۱ میں ہوئی۔ اصناف سخن میں فی الحال غزلیات پر ہی توجہ ہے۔ تاحال کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی تاہم مستقبل قریب میں غزلوں کا مجموعہ منظرِ عام پر لانے کا ارادہ ہے۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے۔

انقلابی دور میں بھی ہم اٹھاتے ہیں قلم
کام لیتے ہم نہیں جذبات میں شمشیر سے
جسم کو تو قید کر سکتے ہو لیکن یاد ہو
تم خیالوں کو جکڑ سکتے نہیں زنجیر سے

ای میل ایڈریس:ghaniabdula@gmail.com

غزل

آتے ہیں جب صنم مرے آنگن خیال میں
لگتا ہے لمحہ وہ مجھے ساون خیال میں

اُن کا قدم پڑے کبھی اک بار گھر مرے
خوشبو سے مہکے گھر مرا چندن خیال میں

سمجھا تھا ان کے ہاتھ ملائم ہیں دُور سے
جب پاس آئے ہاتھ تھے آہن خیال میں

وہ رخ وہ لب حسیں وہ تصور بھی زلف کا
جیسے ہوں گل انار وہ جامن خیال میں

گھونگھٹ کو سر پہ ڈالے جو نکلے تھے سیر کو
مجھکو لگے کہ آئی ہے دلہن خیال میں

میرے صنم کا اغوا بھی کرنے کی چال تھی
مجھکو رقیب لگتے ہیں راون خیال میں

ماہرؔ کے ساتھ یار تھے غم اور خوشی کے وقت
انکے بغیر بے مزہ جیون خیال میں

غزل

جب سے پڑا ہے دل پہ وہ تالا بہار کا
ابھرا ہے زندگی پہ بھی جالا بہار کا

ہیں پھول کھلتے خوب، بہاروں کے آنے سے
چھاتا ہے گل وہی، جو ہے پالا بہار کا

موسم تو اور بھی یہاں آتے ہیں جاتے ہیں
سب موسموں میں حسن ہے بالا بہار کا

گھبرا گیا تھا دل مرا آخر کو مر گیا
آنکھوں میں ان کے دیکھا جوالا بہار کا

اک بے وفا نے ہجر میں گلزارِ غم دیا
دل میں کھلا گلاب سا چھالا بہار کا

رخصت ہوئی خزاں جو چمن سے خوشی میں سب
پھولوں نے پھر پہن لیا مالا بہار کا

ماہرؔ دعا بھی مانگ کہ مل جائے حسن اک
قدرت نے روپ حسن میں، ڈالا بہار کا

نام غلام حیدر، تخلص جامیؔ، تعلیم تخصص فی الفقہ۔ دارالعلوم فیض العلوم سونا پور ہاٹ اتر دیناجپور بنگال میں درس و تدریس سے وابستہ ہیں۔ جہان پور، سعدی پور بطحا، بائسی، پورنیہ، بہار، الہند میں رہائش پذیر ہیں۔ شاعری کی ابتدامئی ۲۰۱۸ء سے کی۔ اصناف سخن میں نعت و منقبت پسندیدہ ذریعۂ ابلاغ ہیں۔ ابھی تک کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی تاہم مستقبل میں ''بہرے جامی جامی رادہ جام عشق'' کے نام سے کتب کا امکان ہے۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے ؎

بہرے جامی جامی رادہ جام عشق
از جناب مصطفیٰ یا غوث اعظم دستگیر

ای میل haideralirshidi@gmail.com

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

میں طیبہ میں ہر دم خیالِ نبی ﷺ میں
رہوں جا کے گُم سم خیالِ نبی ﷺ میں

درود محمد ﷺ زباں پر رواں ہو
مسلسل و پیہم خیالِ نبی ﷺ میں

ستم پر ستم نے ہمیں مار ڈالا
مگر جی رہے ہم خیالِ نبی ﷺ میں

نظر میں ہو آقا ﷺ کے روضے کا جلوہ
نکل جائے پھر دم خیالِ نبی ﷺ میں

منائیں نہ کیوں کر جلوسِ محمد ﷺ
دل و جان سے ہم خیالِ نبی ﷺ میں

گناہوں کے دفتر نگاہوں میں رکھ کر
میری آنکھ ہو نم خیالِ نبی ﷺ میں

مقدر کا وہ ہے سکندر اے جامیؔ
سراپا جو ہو گُم خیالِ نبی ﷺ میں

منقبت

باطل کو مات دی شہِ والا حسین نے
پھیلایا ہر سو حق کا اجالا حسین نے

ملکِ وفا میں خشکی نہیں آئیگی کبھی
خونِ جگر کو اس میں جو ڈالا حسین نے

اس دور پر فتن میں کِیا رنگ دین کو
کنبہ کٹا کے اپنے دوبالا حسین نے

جیسے نکالے کوئی مکھی کو دودھ سے
باطل کو ویسے دیں سے نکالا حسین نے

اکبر علی بھی رن میں وہ قربان ہو گئے
ناز و نعم سے جن کو ہے پالا حسین نے

بھائی بھتیجے بیٹے کی لاشوں کے سامنے
کیسے چلایا تیر و بھالا حسین نے

مشکل میں جب بھی جامی جو کہتے ہیں یا حسین
رحمت کا سایہ ان پہ تو ڈالا حسین نے

حافظ فصیح احمد

نام حافظ فصیح احمد، تخلص فصیح، تعلیم، ایم بی بی ایس۔ ہنوز طالبِ علم ہیں۔ کراچی سے تعلق ہے اور وہیں رہائش پذیر ہیں۔ شاعری کی ابتداء اسکول کے زمانے سے کی۔ اصناف سخن میں نظم، نعت اور غزل کو اظہار کا محبوب وسیلہ سمجھتے ہیں۔ ابھی تک کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی۔ نہ ہی مستقبلِ قریب مین اس کا امکان ہے۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے

پوچھا گیا، کمالِ محبت ہے کس کا نام؟
میں نے قلم سے نامِ محمد ﷺ بنا دیا

ای میل ایڈریس doctor.hfa@gmail.com

غزل

پردیس میں ہُوا جو میں تنہا خیال میں
غم بانٹنے کو ماں کا تھا چہرہ خیال میں

کیسی گزر رہی ہے جو پوچھا خیال میں
موتی سا اُس کی آنکھ میں چمکا خیال میں

یاروں نے جب بھی بات کی حُسن و جمال کی
ممتا کا حُسن میں نے ہے دیکھا خیال میں

میں ڈر رہا تھا، ماں نے پکارا تھا پھر مجھے
قد ایک دم بڑھا تھا یوں میرا خیال میں

راہِ حیات میں کبھی گرنے لگا تھا میں
پھر میرا ہاتھ ماں نے ہی تھاما خیال میں

دنیا پلٹ گئی تھی جو دُھتکار کر مجھے
ماں نے دیا تھا آ کے دلاسہ خیال میں

پاگل سمجھ کے سنگ پڑے تھے جسے وہ شخص
سرہانے ایک قبر کے بیٹھا خیال میں

ماں کی طرح سے پھر نہ کوئی مجھ کو چاہے گا
جس نے مرا خیال ہے رکھا خیال میں

نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جب تیرا نامِ پاک ہے لکھا خیال میں
قرآں کا حرف حرف پکارا خیال میں

نعتِ رسولِ پاک کا جب قصد ہے کیا
اک نورِ اوّلیں سا ہے چھایا خیال میں

روشن رہے گا حشر تک اُس کا ضمیر اب
وہ جس نے آپ کو کبھی دیکھا خیال میں

امت پہ تیری شفقت و رحمت کا سوچ کر
اک بحرِ بے کراں کو ہے پایا خیال میں

یا ربِ اُمّتی سے سوا انتہائے عشق
میرے گماں میں آیا نہ آیا خیال میں

اُس کا طریق میں نے بُھلا کر یہ کیا کِیا
وہ جس نے مجھ کو یاد رکھا تھا خیال میں

سایہ ہے میرے فکر پہ نعتِ رسول کا
شاعر ہوں، پَر کبھی نہیں بہکا خیال میں

جالا

''خرد پہ جالے بُنے ہوئے ہیں!
دلوں پہ تالے لگے ہوئے ہیں!''

جہاں میں یوں تو بہت ہیں دانا
تہی ہے دانائی سے زمانہ
یہ عقل و دانش جو بِک رہے ہیں
خریدیں سب اِن کو مجرمانہ
خرد نے تیری سکھایا تجھ کو
یہ بَم بنانا، وہ بَم گرانا
جہاں میں چرچا معاش کا ہے
جوانوں کو یہ سبق پڑھانا
زمیں پہ قابض گروہ کا فن
غریب کا آشیاں جلانا
بڑھے جو اہلِ ہوس کی دولت
ہے طرزِ غربت بھی جاودانہ

خرد کے پیکر جو ہیں زمیں پر
سوال اُن سے ذرا گراں ہے!
یہ عقل و دانش کی نعمتیں ہیں
کہ حرص کا کوئی کارواں ہے؟
خرد کے ہیں تجربات جاری
سکوں سے خالی ہوا جہاں ہے!
ہو فہم پر تم خدا کے منکر
زمین یہ زیرِ آسماں ہے؟
تلامذِ بُو علیؔ کدھر ہیں؟
دروسِ سینا کا در کہاں ہے؟
نفی میں سارے جواب ہیں تو
مجھے یہ کہنا بجا یہاں ہے!

تمہارے سر میں دماغ ہے پَر
خرد پہ جالے بُنے ہوئے ہیں!

میں داغِ دل اپنا کیا دکھاؤں
دلوں کا افسانہ کیا سناؤں
خبر نہیں کوہ کن کو جُو کی
تو دشت نا آشنا ہے مجنوں
قبائے لالہ لہو لہو ہے
تو چشمِ نرگس بہاتی ہے خوں
جو بلبلِ خوش بیاں ہے باقی
وہ سوچتا ہے کہ کیسے بولوں!
نصیبِ انساں ہے اک تماشا
زمین ساکت! خموش گردوں!
جو اہلِ دل خود کو کہہ رہے ہیں
زمیں کا باسی میں ان سے پوچھوں!

تمہارے دل میں ہے دردِ دل بھی؟
مریضِ غم کی دوا کرو تم!
ہے اتنی ارزاں ہماری دھرتی؟
تو اس کے دامن میں مت رہو تم!
فقط ہو آباد دل یہ اپنا
کبھی جو فکرِ جہاں کرو تم!
فغانِ لالہ ہے اس میں شامل
کبھی پیامِ صبا سنو تم!
فضائے گلشن دھواں دھواں ہے
جو چشمِ دل ہے تو دیکھ لو تم!
نفی میں سارے جواب ہیں تو
مجھے یہ اعلان کرنے دو تم!

تمہارے سینوں میں دل تو ہیں پَر
دلوں پہ تالے لگے ہوئے ہیں!

قمر آسی

نام محمد قمر شہزاد، تخلص قمر آسی، تعلیم میٹرک مع حفظ و تجوید۔ درس و تدریس کے پیشے سے وابستہ ہیں۔ کراچی میں رہائش پذیر ہیں۔ شاعری کی ابتداء ۲۰۱۲ء میں کی۔ اصنافِ سخن میں حمد، نعت، غزل، نظم وغیرہ محبوب ہیں اور زیادہ تر انہیں میں طبع آزمائی بھی کرتے ہیں۔ تادمِ تحریر کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی تاہم ایک شعری مجموعہ بعنوان ''محبوب ومحبؐ'' (مجموعہ حمد و نعت) اِن شاء اللہ تعالیٰ جلد متوقع ہے۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے ؎

مرے فکر و تخیل اور مرے الفاظ پر رحمت
کی جب برسات ہوتی ہے، تبھی تو نعت ہوتی ہے

ای میل ایڈریس poet.aasi@gmail.com

غزل

نہ آستین میں کچھ ہے، نہ منہ پہ تالا ہے
تبھی تو بزم سے اس نے ہمیں نکالا ہے

تمہارے وصل کی اب کوئی آرزو نہ رہی
تمہارے ہجر کو سینے لگا کے پالا ہے

تو کیا ہوا جو مجھے راس آگئی فرقت
ذرا سی بات ہے، کتنا اُسے اچھالا ہے

سُنائی ساری کہانی بغیر رد و بدل
وفا کا ذکر مہارت سے اس نے ٹالا ہے

یہاں پہ چلنا اگر ہے تو سر کے بل چلنا
کہ راہ عشق کا دستور ہی نرالا ہے

وہ پھیر پھیر نگاہیں جو ہم کو دیکھیں گے
ہمارے دل نے مچلنا تو لامحالہ ہے

گرا ہے جب بھی رہِ عشق میں قمرؔ آسی
کسی کی آس نے بڑھ کے اسے سنبھالا ہے

گوہر رحمٰن گہر مردانوی

نام گوہر رحمٰن، تخلص گہؔر، مردان خیبر پختونخواہ (پاکستان) کے شہر مردان سے تعلق رکھتے ہیں اور وہیں مقیم ہیں۔ تعلیم بی اے مع سرٹیفکیٹ ان جرنلزم ہے۔ پیشہ درس و تدریس ہے۔ بہت اچھے گرافک ڈیزائنر ہیں۔ اصناف سخن میں مرغوب حمد و نعت ہیں جبکہ غزل، نظم، نثر، فکاہیہ، مضامین، انشائیہ، فکاہیہ، افسانہ وغیرہ میں تسلسل سے خامہ فرسائی فرماتے رہتے ہیں۔ خاصے پرگو شاعر ہیں، تقریباً روزانہ کے حساب سے کچھ نہ کچھ لکھتے رہتے ہیں۔ اردو کے علاوہ پشتو زبان کے بھی اچھے شاعر ہیں۔

ای میل Sufi2014.fa@gmail.com

غزل

میرے خیال میں ہے نہ تیرے خیال میں
آیا غریب کب ہے کسی کے خیال میں

کیا گم ہوئی ہے چیز یہ محسوس کیجیے
گھوڑے کسی بھی دن تو بھگا لے خیال میں

راحت کوئی بھی تم کو میسر ہے سوچیے
کیا؟ آ گیا یتیم تمہارے خیال میں

احساس دوسروں کا نہ رکھ لے تمام عمر
فرعونِ وقت ہے وہی میرے خیال میں

شائد غمِ حیات نے ماتم مچا دیا
آتے ہیں بار بار جو نالے خیال میں

بگڑی کسی غریب کی سنوری اگر کبھی
یاروں نے تو سنگ خوب اُچھالے خیال میں

قاتل کھڑے ہوئے ہیں گھر احتیاط کر
دکھتے ہیں چارسو کہ جو بھالے خیال میں

غزل

دل سے محبوب نے بے وقت نکالا جبراً
ضبط ٹوٹا ہے مگر خود کو سنبھالا جبراً

راج کرتی ہو مقدر میں جہاں تاریکی
کون لاسکتا ہے راتوں میں اُجالا جبراً

تن بہ تقدیر خزاؤں نے مری جھولی میں
ایک مرجھایا ہوا پھول ہے ڈالا جبراً

میری اُلجھن میں اضافے کا سبب بنتا ہے
دل نے ہر روگ نہاں خانوں میں پالا جبراً

مانتا کب ہے اگر روک بھی سکتا اس کو
بس دھڑکتا ہے یہ ہر وقت جو سالا جگراؔ

آؤ بس جاؤ ناں گوہرؔ کے مکانِ دل میں
زنگ آلودہ جو توڑا ہے یہ تالا جگراؔ

غزل

پڑ گیا جبر سے ہر شخص کا پالا آخر
ہوگیا ملک کا قانون بھی کالا آخر

دستِ مزدور سے کتے نے باالاخر سوکھا
چھین کر لے گیا منہ کا بھی نوالا آخر

حاکمِ وقت نے گھوڑوں کو کھلائے میوے
اور جھوٹا ہی غریبوں کو اُچھالا آخر

حسرتا سوزِ دروں کیسے نکالوں اپنا
قلب بنتا نہیں جب شعلہ جوالا آخر

لفظ کڑھتے ہیں نواہائے محبت کے لئے
گھٹ گیا سینہ ء افگار میں نالہ آخر

ایک مکڑی کا بُنا جال ہے الحاد اگر
تیغ کیوں زنگ ہے اُٹھتا نہیں بھالا آخر

زور الفاظ میں لاتا ہے سنے بھی کوئی
کیا کرے گوہرِ نایاب بھی لالا آخر

غزل

جب چلا جاتا ہے آنکھوں سے اُجالا دفعتاً
سامنے آتا ہے ابلیسی جیالا دفعتاً

آنکھ ہے بینور گونگا ہے سماعت بھی نہیں
نور سے باری تعالیٰ نے نکالا دفعتاً

شخص جو نور ہدایت سے منور ہوگیا
جب کبھی بہکا خشیت نے سنبھالا دفعتاً

جو ہدایت کے عوض لیتا ہے گمراہی سدا
قہر یزداں نے بھی ظلمت میں اچھالا دفعتاً

رحم کچھ ہوتا نہیں گوہر کبھی مغضوب پر
کلمہ استغفار پر تب زور ڈالا دفعتاً

محمد احمد زاہد

نام قمر عباس زاہد، قلمی نام محمد احمد زاہد، سانگلہ ہل ضلع ننکانہ صاحب میں رہائش پذیر ہیں۔ عربی اور اسلامیات ایم اے کر رکھا ہے۔ صدائے حق کے نام سے فیس بک پر حالاتِ حاضرہ پر کالم بھی لکھتے ہیں۔ شاعری کرتے ہوئے تقریباً چھ سات سال ہو چکے ہیں جو ہنوز جاری ہے۔ پسندیدہ شاعر علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ فی الحال کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی تاہم اگلے سال تک نعتیہ کلام کے مجموعے کی اشاعت کا منصوبہ ہے۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے ۔

تمہیں کیسے گوارہ ہو رہا ہے\
ہمیں جو بھی خسارہ ہو رہا ہے

موج

جب سے دیکھا اُسے
لگا ہے یہی مجھے
یہ تو وہی ہے جس نے
پہلے میری ذات کے جمال
اور پھر خیال میں حلول کیا
اس طرح کہ نہ دن کو آرام
نہ رات کو چین
ہر پل ہر لمحہ
خیالوں میں اسی کی یاد کے
ہنگامے برپا ہیں
اسی کا لگا دھڑکا ہے
رخ پہ اس کے

پیار اور محبت کا تڑکا ہے
جو کرے اس کے خلاف بات
پھر تو سارا وجود ہی بھڑکا ہے
اس کے حسن کی تابانی پر
آسمان کا چاند بھی چمکا ہے
اس لئے خیال یقین ہو کر
آیا ہے سب کے سامنے اس طرح
کہ میرا دلبر میرے خیال سے نکل کر
اب حقیقت میں میرا ہو چکا ہے
میری ذات کا حصہ بلکہ زندگی
کی طرح روح میں ڈھل چکا ہے
اب نہ کہنا کہ وہ میرے خیال میں ہے
وہ میری جان، روح اور زندگی ہے
وہ مجھ سے اور میں اس سے ہوں
سن لو سبھی کہ یہی میرا
آخری فیصلہ ہے جو تبدیل نہیں ہو گا

محمد ارشاد الحق قادری

نام محمد ارشاد الحق قادری، تعلیم فضیلت تخصص فی الفقہ ۔امامت وخطابت سے وابستہ ہیں۔ پاٹن، جبلپور، ہندوستان سے تعلق ہے اور وہیں رہائش پذیر بھی ہیں۔شاعری کی ابتداء چند برس قبل کی جس کا سلسلہ ہنوز جاری ہے۔اصناف سخن میں حمد ونعت ومنقبت وغزل میں خامہ فرسائی کرنا پسند کرتے ہیں۔کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی اور نہ ہی مستقبل قریب میں کوئی ارادہ ہے۔اِن کا نمائندہ شعر ہے ۔

دوزخ سے غلاموں کو نبی ﷺ چھانٹ رہے ہیں
مختار ہیں وہ خلد بریں بانٹ رہے ہیں

ای میل ایڈریس stipu751@gmail.Com
موبائل نمبر 7000194137

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

لکھ نعت مصطفیٰ ﷺ یوں اتر کر خیال میں
آ جائے شہرِ طیبہ کا منظر خیال میں

عرشِ بریں پہ جس کے قدم ہیں جمے ہوئے
سوچو کہ اُس کا ہوگا کہاں سر خیال میں

رہتا ہوں اِس خیال میں کہ دیکھ لوں کبھی
اے کاش میں بھی روئے منور خیال میں

ہر اِک خیال میں نہیں آتے رسول پاک
آتے ہیں مصطفیٰ ﷺ بھی معطر خیال میں

جس در سے بادشاہ و گدا جھولیاں بھریں
رہتا ہے صبح و شام وہی در خیال میں

ارشاد نعت لکھ کے ہوا گم خیال میں
آقا ﷺ بلا رہے ہیں مکرر خیال میں

قطعہ

آیا تھا آج میرا وہ دلبر خیال میں
دونوں جہان کا ہے جو سرور خیال میں
رکھتا ہے ہر غلام کے پل پل کی وہ خبر
کرتا ہے رہبری مرا رہبر خیال میں

منقبت

کافی ہے مومنوں کو حوالہ حسین کا
جائے گا خلد چاہنے والا حسین کا

پشت نبی پہ بیٹھے ہیں سجدے میں دیکھیے
رتبہ بہت بلند ہے بالا حسین کا

جس کی زباں پہ دیکھیے نام حسین ہے
ہر دل میں بس گیا ہے اجالا حسین کا

چھ ماہ کے علی نے یہ رن میں دیا ثبوت
باطل سے نہ ڈرے گا یہ پالا حسین کا

دین نبی کو کوئی مٹا پائے گا نہیں
یہ ہے قسم خدا کی سنبھالا حسین کا

اس کو کسی کے ٹکڑوں کی حاجت نہیں سنو
قسمت سے پا گیا جو نوالا حسین کا

ارشاد سر امام علیہ السلام کا
نیزے پہ چڑھ کے بھی ہے دوبالا حسین کا

قطعہ

دارا خیال میں نہ سکندر خیال میں
رکھتا نہیں کسی کو قلندر خیال میں
نالے کی حیثیت بھی نہیں جس کی وہ یہاں
خد کو سمجھ رہا ہے سمندر خیال میں

محمد جسیم الدین نوری

نام محمد جسیم الدین نوری فیضی رضوی، تخلص نوریؔ، ۱۵ رمئی ۱۹۹۰ء کو پیدا ہوئے، بی اے اردو کے علاوہ جامعہ فیض العلوم ٹاٹا جمشید پور بانی ادارہ حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ والرضوان سے حفظ وقرأت کی تعلیم حاصل کی۔ درس وتدریس سے منسلک ہیں۔ پرسوان پوسٹ وتھانہ رمونا، ضلع گڑھوا جھارکھنڈ (انڈیا) میں رہائش پذیر ہیں۔ شاعری کی ابتداء ۲۱ راگست ۲۰۱۸ء میں کی۔ اصناف سخن میں حمد، نعت اور غزل پسندیدہ ہیں۔ فی الحال کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے ؎

مجھ کو اب کیا غم ستائے مہرباں ہیں مصطفیٰ
بے قراری میں مری تسکین جاں ہیں مصطفیٰ

ای میل J4jasim786@rediffmail.com

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

رہتا ہے ہر گھڑی میرے آقا ﷺ خیال میں
دیکھوں کبھی تو گنبد خضریٰ خیال میں

سارے جہاں کو چھان کے بولے یہ جبرئیل
دیکھا نہ آپ سا کہیں آقا ﷺ خیال میں

ایسا بتا دے دونوں جہاں میں ہو جس سے خیر
جیسا ملا نماز کا تحفہ خیال میں

کربل میں جو کیا ہے نواسہ رسول کا
ایسا بتائے کوئی تو سجدہ خیال میں

لالوں کا صدقہ کردیں عطا مجھ غریب کو
کرتا ہے التجاء تیرا منگتا خیال میں

کیسے ہو مشکلوں میں گھرا جبکہ ماں کا وہ
رہتا ہے جس کا پیارا سا بیٹا خیال میں

مدحت نبی ﷺ کی کرنی جو نوری قبول ہو
محشر میں مغفرت کا ہو ذریعہ خیال میں

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

عظمت و شان والا نبی ﷺ آ گیا
جگ ہے جس سے اجالا نبی ﷺ آ گیا

آمنہؓ تیرے گھر آئے، گونجی صدا
سب رسولوں میں اعلیٰ نبی ﷺ آ گیا

مسکراؤ نہ گھبراؤ اے بیٹیو!
دیکھو! وہ کملی والا نبی ﷺ آ گیا

حشر میں دیکھ کر پیاسی امت کو وہ
لے کے کوثر کا پیالہ نبی ﷺ آ گیا

روز محشر کہیں گے سبھی امتی
خلد دلوانے والا نبی ﷺ آ گیا

راہِ کفر و ہدایت اے نوریؔ ہے کیا
یہ خبر دینے والا نبی آگیا

مُحمّد خلیل الرّحمٰن خلیلؔ

نام مُحمّد خلیل الرّحمٰن، تخلص خلیل، تعلیم ایم اے، ایم ایڈ، ایل ایل بی ہے تاہم روزگار کے لئے تعلیم و تدریس کے شعبے سے وابستہ ہیں۔ اسلام آباد میں رہائش پذیر ہیں۔ شاعری کا آغاز ۲۰۱۰ء میں کیا جو ہنوز جاری ہے۔ اصنافِ سخن میں حمد، نعت، غزل اور فکاہیہ نظمیں وغیرہ ابلاغ کا پسندیدہ ذریعہ ہیں۔ حمد و نعت پر مشتمل شاعری کا ایک مجموعہ ''نورِ حرا'' شائع ہو چکا ہے۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے ؎

قرآن پڑھ کے دیکھ اطاعت کے واسطے
ذکرِ رسول ﷺ ملتا ہے ذکرِ خدا کے ساتھ

ای میل muhammadkhalilr6@gmail.com

غزل

کام جس کا ہر اک نرالا ہے
زن مُریدوں کا وُہ جیالا ہے

شام کر دے جِدھر جِدھر جائے
میرا محبوب اتنا کالا ہے

خاک بیگم کے سامنے بولیں
شوہروں کی زباں پہ تالا ہے

آج پی ایم کی سیٹ ہے اُس کی
جو حقیقت میں چائے والا ہے

سارے عالم میں آج مودی کے
جوتیوں کی گلے میں مالا ہے

اب رہا ہو چکی ہے "محبوبہ"
جو مِرے دیس کی بھی خالہ ہے

پیار میرا نظر نہیں آتا؟
کیا ترِی آنکھ میں بھی جالا ہے؟

آج کل تُم سے ڈرتی ہے بیگم
کام کیسے یہ تُم نے ڈالا ہے

کب سے مائل تھا "دوسری" پہ خلیلؔ
مشکلوں سے یہ دل سنبھالا ہے

محمد رضا نقشبندی

نام محمد رضا المصطفےٰ، تخلص رضاؔ، قلمی نام محمد رضا نقشبندی، تعلیم بی اے-بی ایڈ۔ کل وقتی مشغلہ خدمت خلق و خطابت ہے۔کلاس والہ تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ میں رہائش پذیر ہیں۔شاعری کا آغاز ۲۰۱۷ء سے کیا جا کا سلسلہ تا ہنوز جاری وساری ہے۔اصنافِ سخن میں نعت اور غزلیات اظہارِ ذات کے محبوب ذرائع ہیں۔کوئی کتاب تا حال شائع نہیں ہوئی اور نہ ہی مستقل قریب میں اس کا امکان ہے۔فیس بک کی ادبی سرگرمیوں میں خاصے متحرک ہیں۔ فیس بک پر آن لائن صوتی مشاعروں کا آغاز بھی اِنہیں کی اختراع ہے۔

ای میل razamustafa351@gmail.com

غزل

یہی کہا ناں خیال تیرا
ہے اِک یگانہ خیال تیرا

مجھے تو مرنے نہ دے گا ہرگز
بہت توانا خیال تیرا

اِدھر سے نکلے اُدھر کو جائے
کرے زمانہ خیال تیرا

بہار بن کے قرار دے دے
بڑا سہانہ خیال تیرا

نیا نیا سا لگے ہے مجھ کو
وہ اِک پرانا خیال تیرا

فلک سے اوپر میں سوچتا ہوں
جو چاہوں لانا خیال تیرا

کہ اپنی سوچوں کے رتجگے میں
پڑا جلانا خیال تیرا

سوچ

کبھی جو آئے خیال تیرا
قسم سے ایسے بھی میں نے دیکھا
کہ نور سا آسماں سے اترے
ہوا کے جھونکے جناں سے آئیں
یہ عقل پوچھے کہاں سے آئیں؟
گلاب خود آ کے سونگھتے ہیں
وہ تیری خوشبو کو جانتے ہیں
وہ تیری ہر ایک رہ کے ذرے
کہ مثل سورج چمک رہے ہیں
ترے مساموں سے بہتے قطرے
کہ جیسے موتی چمک رہے ہیں
ہزار طوطی چہک رہے ہیں
خیال تو پھر خیال ہو گا
اگر حقیقت میں تو جو آئے
قسم خدا کی کمال ہو گا

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

سرکار ﷺ کی عظمت کا انداز نرالا ہے
مردوں کو کیا زندہ گرتوں کو سنبھالا ہے

میلاد کی محفل ہے در و بام سجائے ہیں
سرکار ﷺ کی نسبت سے گھر گھر میں اجالا ہے

طوفان زمانے میں آئے ہیں بہت لیکن
موجوں نے دیا رستہ دریا نے اچھالا ہے

یہ شان کریمی ہے رکھتے ہیں نگاہوں میں
اللہ کی قسم میرا ہر لطف دوبالا ہے

جو بغض محمد ﷺ کا رکھتا ہے دل و جاں میں
گورا بھی اگر ہو وہ ہاں ہاں وہی کالا ہے

محمد شہزاد گوہیر

نام محمد پرویز شہزاد گوہیر، تخلص شہزاؔد، تعلیم بی۔اے۔درس وتدریس کے پیشے سے وابستہ ہیں۔گولارچی، بدین میں مقیم ہیں۔شاعری کی ابتداء کب ہوئی، یہ یادنہیں، شاید بچپن سے۔اظہارِ ذات کے لئے اصناف سخن میں غزل اور قطعہ کو پسند کرتے ہیں۔تاحال کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی، نہ مستقبلِ قریب میں اس کا امکان ہے۔ان کا نمائندہ شعر ہے ۔

گھر میں پہلے ہی جگہ کم ہے مرے رہنے کو
اور تری یاد بھی مہمان بنی بیٹھی ہے

ای میل shehzadgohir@gmail.com

غزل

جب سے دل میں کوئی چاہنے والا اترا
خوابِ تاریک میں ہر سمت اجالا اترا

چاند نے بڑھ کے ستاروں سے تعلق جوڑا
روشنی اور بڑھی نور کا ہالا اترا

زندگی لائی ہے افلاک سے چن کر اس کو
جب بھی قسمت میں تری ایک نوالا اترا

پھر شجر سے کسی چڑیا کا گھروندا ٹوٹا
دلِ حساس میں پھر سے کوئی بھالا اترا

اب تو پھولوں میں بھی کانٹے نہیں اگنے والے
اور قسمت سے مرے پاؤں میں چھالا اترا

پہلے ہی حالتِ طوفاں میں بسر ہوتی ہے
اور اس بار تو گرمی میں بھی پالا اترا

تجھ کو شہزاد نظر آئے حقیقت کیسے
کیا تری آنکھ سے دیوانے وہ جالا اترا

نام محمد عبدالمجید، قلمی نام عبدالمجید محامد رضوی مصباحی، براہی۔ سرسنڈ ضلع سیتامڑھی، بہار، الہند سے تعلق ہے اور وہیں رہائش پذیر بھی ہیں۔ شاعری کی ابتداء کب ہوئی، یہ اب اِنہیں یادنہیں، تاہم مشقِ سخن کا سلسلہ تسلسل کے ساتھ جاری ہے۔ اصنافِ سخن میں حمد، نعت، منقبت اور غزل کے شیدائی ہیں اور انہیں کو اظہارِ ذات کے لئے موزوں خیال کرتے ہیں۔ کتاب فی الحال کوئی شائع نہیں ہوئی اور نہ ہی مستقبل قریب میں اس کا ارداہ رکھتے ہیں۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے ؎

ہو کرم سیّدی ﷺ محامد پر
اِس کا گردش میں ہی ستارہ ہے

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

سرکار ﷺ کا جمال جو دیکھا خیال میں
دل ہوگیا نہال جو دیکھا خیال میں

انگلی کے اِک اشارے نے ٹکڑے کیا قمر
بے مثل ہے کمال جو دیکھا خیال میں

سردار انبیا ہیں مگر پاس کچھ نہیں
پھر بھی نہ ہے ملال جو دیکھا خیال میں

پتھر رکھا ہے سینے پہ نعرہ اَحد کا ہے
آقا ﷺ کا ہے بلال جو دیکھا خیال میں

کشمیریوں پہ ظلم کا بازار گرم ہے
رب کی ہے دیکھ بھال جو دیکھا خیال میں

ظالم کو ایک وقت تلک ہی تو چھوٹ ہے
آئے گا اب زوال جو دیکھا خیال میں

طاقت پہ ہے گھمنڈ انہیں کیا بتایئے
کافی ہے ذوالجلال جو دیکھا خیال میں

للہ اب غلاموں کی سرکار ﷺ لو خبر
غم سے ہوئے نڈھال جو دیکھا خیال میں

منقبت

دین نبی کا نور، اجالا حسین ہیں
نانا نے جس کو گود میں پالا حسین ہیں

ابر کرم کا حق کے وہ ہالہ حسین ہیں
باطل سے جو نہ ٹوٹے وہ تالا حسین ہیں

بجلی خدائی مار کی وہ رعد دین ہیں
تلوار و تیر نیزہ و بھالا حسین ہیں

چھ ماہ کا پسر جو فدا دین پر کرے
ایسا شجاع مرد جیالا حسین ہیں

سجدہ خدا کا تیر کے سایے میں ہے کیا
حکمِ شرع میں آپ کو ڈھالا حسین ہیں

دشمن کے دانت کھٹے کیے جس نے جنگ میں
لیکن بنے نہ ان کا نوالہ حسین ہیں

قہر خدا کی برق تپاں ہیں یزید پر
اعداء کا چہرہ جس سے ہو کالا حسین ہیں

دین خدا پہ سارا گھرانا لٹا دیا
کربل میں جس نے دین سنبھالا حسین ہیں

ظالم یزیدیوں نے تہ تیغ کر دیا
ہتھیار جس نے پھر بھی نہ ڈالا حسین ہیں

اُن کی بلندیوں کو محامدؔ کرے بیاں
کس طرح جب کہ فکر سے بالا حسین ہیں

محمد طارق شہاب

نام محمد طارق، تخلص شہابؔ، تعلیم میٹرک، سرکاری ملازم تھے، اب ریٹائرڈ زندگی گزار رہے ہیں۔ لاہور سے تعلق ہے اور رہیں رہائش پذیر ہیں۔ شاعری کی ابتداء ۱۹۷۸ء میں کی لیکن نامساعد گھریلو ماحول کی بناء پر یہ سلسلہ ڈیڑھ سال تک ہی جاری رہ سکا۔ اِس دوران شاعرِ مزدور محترم احسان دانش کی خدمت میں حاضر ہو کر کچھ سیکھنے کی کوشش کی۔ دوبارہ شاعری ۲۰۱۶ء کے آخری حصے میں شروع کی جو تا حال جاری ہے۔ ہلکی پھلکی شاعری اچھی لگتی ہے اور خود بھی اسی اسلوب کو اپنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے ؎

مجھے بھی بانٹنی ہے روشنی زمانے میں
ستارہ بن کے یہاں جگمگانے آیا ہوں

غزل

درد کو دل میں نہ پالا جائے
گھر سے دشمن کو نکالا جائے

فکر کو اپنی یوں ڈھالا جائے
دور تک اس کا اجالا جائے

اور اب اس کو نہ ٹالا جائے
اپنا کشمیر سنبھالا جائے

عقل سے کام لیا کرتے ہیں
خود کو مشکل میں نہ ڈالا جائے

سر کچل دیجیے ان سانپوں کا
آستینوں میں نہ پالا جائے

دیکھ لیں ظلم سبھی ظالم کا
اس قدر اس کو اچھالا جائے

میکشی کرنے سے بہتر ہے شہابؔ
بڑھ کے گرتوں کو سنبھالا جائے

غزل

سچ کہاں بولنے والا دیکھوں
اب تو ہر ہونٹ پہ تالا دیکھوں

جاں چھڑانی ہے اندھیروں سے مجھے
من مرا چاہے اجالا دیکھوں

کوئی بھوکا نہ رہے دنیا میں
ہاتھ میں سب کے نوالہ دیکھوں

وار دوں اس پہ یہ جاں دل چاہے
جب کوئی چاہنے والا دیکھوں

خوف سے نام لیں دشمن اس کا
قوم کو اپنی جیالا دیکھوں

خاک صحراوں کی چھانوں میں بھی
عشق میں پاوں پہ چھالا دیکھوں

اس سے پہلے کہ وہ بچھڑے مجھ سے
اپنی تصویر پہ مالا دیکھوں

پل شہابؔ ایسا نہ آئے ہرگز
دل کسی کا جو میں کالا دیکھوں

محمد علی حارثؔ

نام محمد علی، تخلص حارثؔ، تعلیم ایف اے۔ پاکستان کے مرکزی بنک ''اسٹیٹ بینک آف پاکستان'' میں کام کرتے ہیں۔ کراچی، سندھ، پاکستان سے تعلق ہے اور وہیں رہائش پذیر ہیں۔ شاعری کی باقاعدہ ابتداء تقریباً ۲۰۱۸ء میں کی۔ اصنافِ سخن میں حمد و نعت و منقبت پسند ہے اور اِنہیں میں طبع آزمائی کرنا پسند فرناتے ہیں۔ اِن کی تاحال کوئی تصنیف شائع نہیں ہوئی۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے ؎

جھکا کے چشمِ نم اپنی جبیں لے کے خجل جانا
یوں جا کر طیبہ میں مثلِ دلِ بسمل مچل جانا

منقبت

رتبہ خدا گواہ نرالا عمرؓ کا ہے
عالم میں دستِ عدل بھی اعلیٰ عمرؓ کا ہے

آقاﷺ کے پہلو میں جو نمایاں مقام ہے
اللہ قسم وہ نور کا ہالہ عمرؓ کا ہے

اک سے ہی بڑھ کر ایک یوں جوہر عطا ہوا
جس سمت دیکھیے ہاں اجالا عمرؓ کا ہے

گردن کشی کو تھے چلے روشن ایماں ہوا
مقبول یہ دعا ہے حوالہ عمرؓ کا ہے

لہرایا جھنڈا دین کا سارے جہان میں
سچ ہے کہ ایک وقت سنبھالا عمرؓ کا ہے

خطبے کے وقت کر دیا ساریہ کو ہوشیار
مشکل سے واہ خوب نکالا عمرؓ کا ہے

حارثؔ کو ہے امان سرِ حشر بالیقیں
بندہ ہے مصطفیٰ ﷺ کا جیالا عمرؓ کا ہے

نام محمد ولی صادقؔ، تخلص صادقؔ، تعلیم میٹرک۔ ضلع کوہستان خیبر پختون خواہ، پاکستان سے تعلق رکھتے ہیں اور وہیں رہائش پذیر بھی ہیں۔ شاعری کی ابتداء ۲۰۱۴ء میں کی اور ہنوز مشقِ سخن کا شغل جاری وساری ہے۔ اصنافِ سخن میں نعت، نظم اور غزل کی زلفِ گرہ گیر کے اسیر ہیں۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے۔

یادوں کو اُن کی دل میں نہ پالا کریں گے ہم
کعبے سے اِن بتوں کو نکالا کریں گے ہم

ای میل: walisadiq852@gmail.com

غزل

یادوں کو اُن کی دل میں نہ پالا کریں گے ہم
کعبے سے اِن بتوں کو نکالا کریں گے ہم

اب تک تو دوستی پہ تری ناز تھا مگر
اب آستیں میں سانپ نہ پالا کریں گے ہم

یوں جان سے عزیز ہے پیمانۂ شراب
خود تو گریں گے جام سنبھالا کریں گے ہم

کچھ اُن کے ظلم و جبر کا کرلیں گے ہم گلا
کچھ اپنی خامیوں کا ازالہ کریں گے ہم

صادقؔ! ابھی بہار کا موسم قریب ہے
کس طرح دل میں درد سنبھالا کریں گے ہم

نام محمد ہاشم، تخلص آثر چشتی، درجہ پانچ تک تعلیم حاصل کی۔ تجارت کے پیشے سے وابستہ ہیں۔ قصبہ گوپیشور، ضلع چمولی، اترا کھنڈ، انڈیا سے تعلق ہے اور رہائش بھی رہیں رکھی ہوئی ہے۔ شاعری کی ابتدا تقریباً ۲۰۰۰ء کو ہوئی۔ اصنافِ سخن میں حمد ونعت ومنقبت اور غزل محبوب ترین اصنافِ سخن ہیں اور اِنہیں میں شعر گوئی کا بھی اشتیاق ہے۔ کتاب ابھی تک کوئی شائع نہیں ہوئی۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے۔

بے وفائی سے موت اچھی ہے
زندہ رہئے تو با وفا ہو کر

غزل

پہلے کسی کا نقش بنایا خیال میں
پھر اُس کے گیسوؤں کو سنوارا خیال میں

اے حسنِ یار تیرا ہی شاید کمال ہے
تیرے سوا نہ کوئی سمایا خیال میں

میں نے شبِ فراق کی تنہائیوں کے بیچ
میرے صنم تجھی کو پکارا خیال میں

وہ ہوتے روبرو تو سناتا زباں سے حال
جیسے سنا سکا ہوں سنایا خیال میں

ساقی کی چشمِ مست کی جب یاد آگئی
کیف و سرور ہوش پہ چھایا خیال میں

جب بڑھتے بڑھتے دردِ جگر حد سے بڑھ گیا
میں نے طبیبِ دل کا پکارا خیال میں

نقشہ بنا کے دل میں درِ یار کا اثر
میں نے جبیں کو اپنی جھکایا خیال میں

مونا نقوی

نام مونا نقوی، تعلیم بی۔اے۔گھریلو خاتون ہیں۔سرگودھا، پنجاب، پاکستان سے تعلق رکھتی ہیں اور وہیں رہائش پذیر ہیں۔شاعری کی ابتداء نویں جماعت سے کی جس کا سلسلہ تا حال جاری و ساری ہے۔اصنافِ سخن مین غزل، نظم اور افسانے پسندیدہ ابلاغ کا ذریعہ ہیں۔تا حال کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی تاہم مستقل قریب میں اس کے امکان کو رد نہیں کیا جا سکتا۔اِن کا نمائندہ شعر ہے ؎

وحشتوں کا دھمال جاری ہے
دل کی حالت کسی مزار سی ہے

ای میل: Moona.nqi@gmail.com

غزل

دل کا غم نرالا ہے
درد ہی حوالہ ہے

کفرِ عشق کا ہمدم
ہجر ہی ازالہ ہے

معتبر ہے وہ سب سے
دل کا جو بھی کالا ہے

تن چکا دماغوں پر
وحشی پن کا جالا ہے

ہر سو ہی مظالم ہیں
جنگ کا جوالا ہے

آگہی تو نعمت ہے
روشنی کا ہالہ ہے

تن پہ جوگ اوڑھا ہے
اور گلے میں مالا ہے

زندگی پیاری ہے
روگ کیوں یہ پالا ہے

آج گر ہے تاریکی
کل سے پھر اجالا ہے

نادیہ سحر

نام نادیہ سحر، تخلص سحر، تعلیم بی اے، ملتان میں رہائش پذیر ہیں۔ شاعری کی ابتداء ۱۹۹۸ء میں کی جو تا حال پورے زور و شور سے جاری ہے۔ اصناف سخن میں حمد، نعت، سلام، منقبت، غزل، نظم، طنز و مزاح میں طبع آزمائی کرتی رہتی ہیں۔ کتاب فی الحال کوئی شائع نہیں ہوئی تاہم ایک شعری مجموعہ زیرِ اشاعت ہے۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے ؎

تو نے دُکھتا ہوا دل ، اور دُکھا ڈالا ہے
ایسے ہوتے ہیں مسیحا ؟ یہ مسیحائی ہے؟

ای میل ایڈریس nadiasahar7500@gmail.com

غزل

بھلا کے مجھ کو میرا گھر، خیال ہی خیال میں
بنا وہ میرا ہمسفر ، خیال ہی خیال میں

امید ٹوٹ سی گئی کسی کی بے وفائی پر
پھر آ نہیں سکا اثر ، خیال ہی خیال میں

پرندے جس پہ چہچہاتے پھر رہے تھے ہر طرف
جلا ہوا ہے وہ شجر ، خیال ہی خیال میں

جہاں فقط سراب ہی سراب تھے جگہ جگہ
دکھائے اس نے وہ ڈگر، خیال ہی خیال میں

میں اس کی تھی حقیقتاً، فقط میرا گمان تھا
وہ صرف میرا تھا مگر، خیال ہی خیال میں

وہ میرا ہاتھ چھوڑ کر چلا گیا تھا راہ میں
گزر گیا مرا سفر، خیال ہی خیال میں

سحرؔ ہر اک سحر تھی جس کے نام پر حیات میں
فقط تھا عام سا بشر، خیال ہی خیال میں

موج

کتنے بے حس ہوتے ہیں
کچھ لوگ
جو کسی ہنستے ہوئے انسان کو رلانے کا ہنر جانتے ہیں
دوست بن کر کسی کی زندگی برباد کرتے ہیں
انھیں ملتا ہے کیا آخر؟
یہ خود تو مسکراتے ہیں
مگر
کسی کی آنکھ میں آنسو نہیں لہو کا رنگ بھرتے ہیں
یہ سب کچھ جان کر انجان بن جاتے ہیں جانے کیوں؟
اُنہی کے واسطے جلتے ہیں چاہت اور وفا کے دیپ
بجھا دیتے ہیں یہ ظالم
وفا اور قدر کیا شے ہے؟
مروت ہو تو یہ جانیں
یہ پتھر دل کسی کے پیار کے قابل نہیں ہوتے

یہ ایسا زخم دیتے ہیں کہ پھر
ہم عمر بھر
شاید کسی پر بھی بھروسہ کر نہیں سکتے
لٹا دیں جان بھی چاہے
یہ اپنے ہو نہیں سکتے
فقط باتیں ہی باتیں ہیں حقیقت میں نہیں کچھ بھی
کہیں سو بار چاہے کہ
تمھی ہو بس مرے "بس تم"
سمجھ سے کام لیتے ہیں
یہ کہتے ہیں سوا تیرے "ضروری اور بھی ہے کچھ"
جب ایسی بات ہو
تو پھر
کہو اب کیا کیا جائے
یہی بہتر ہے ان کے حال پر ہی چھوڑ دیتے ہیں
اب ان کی یاد ان کے دھیان کو دفنا دیا جائے
سدا جو خواب کا رشتہ نبھانا چاہتے ہوں بس
جو خوابوں اور خیالوں میں
بسانا چاہتے ہوں گھر

بھروسہ کیا کریں ان پر
یہ بے حس لوگ نفرت کیا
کسی جذبے کے بھی قابل نہیں ہوتے
یہی
وجہ ہے کہ مجھ کو
نہیں ان پر بھروسہ اب
مروت اور وفا جن کو کبھی چھو کر نہیں گزری
سراپا بے وفا ہیں یہ
مجھے ان سے تو کیا ان کے خیالوں سے بھی نفرت ہے

غزل

لوٹ کر آ نہ سکا چاہنے والا برسوں
رونقِ شب ہی رہا چاند کا ہالہ برسوں

آج جب تیری ضرورت ہے تو جانے ہے کہاں
اپنے سینے میں ترے درد کو پالا برسوں

مدتوں اپنی ہتھیلی میں جلی شمعِ فراق
میں نے محفوظ رکھا ہاتھ کا چھالا برسوں

اپنی ہر بات میں لے آئی ترا ذکر سدا
دوست کہہ کر ہی دیا تیرا حوالہ برسوں

شمع کی طرح تری راہ کو روشن رکھا
یوں کیا راہ گزاروں میں اجالا برسوں

مدتوں بعد اسے دیکھ کے لپٹے، روئے
کس قدر خود کو سحرؔ ہم نے سنبھالا برسوں

ناز مظفر آبادی

نام محمد شفیع ناز، تخلص ناز مظفر آبادی، تعلیم گریجویشن (بی اے)، ملازمت کرتے رہے ہیں، اندرون ملک بھی اور بیرون ملک بھی۔ مظفر آباد، آزاد کشمیر میں سکونت ہے۔ شاعری کی ابتداء لڑکپن (آٹھویں جماعت) سے ہوئی۔ اصنافِ سخن میں اظہار کا بہترین ذریعہ حمد، نعت، غزل، نظم، قطعہ، قومی شاعری وغیرہ کو ٹھہراتے ہیں۔ اب تک چھ شعری مجموعے شائع ہو چکے ہیں، دو مجموعے زیر اشاعت ہیں، سعودی عرب سے ایک ادبی مجلّہ "شعر و سخن انٹرنیشنل" (۲۵۰ تا ۳۰۰ صفحات) کا اجراء کیا جس کے ۵ شمارے شائع ہو چکے ہیں، "ناز مظفر آبادی۔ حیات و فن" کے نام سے ایم فل کا مقالہ لکھا جا چکا ہے، مزید ایم فل اور پی ایچ ڈی کی سطح پر تحقیق ہو رہی ہے۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے ۔

اِک عمر سے تھا شعر کا مفہوم منتشر
پھر یوں ہوا کہ اس سے ملاقات ہو گئی

ای میل Muhammad shafi708@gmail.com

غزل

شب آ گیا وہ چاند سا چہرہ خیال میں
چاروں طرف سے پھیلا سویرا خیال میں

پھر اُس کے بعد نیند نہ آئی تمام شب
یادوں کے اک ہجوم نے گھیرا خیال میں

جاتا نہیں خیال کسی دوسری طرف
ہے رات دن اب اُس کا بسیرا خیال میں

مُدت ہوئی کہ گاؤں سے ہم شہر آ بسے
رہتا ہے اب بھی گاؤں کا ڈیرا خیال میں

اُلجھے ہوئے ہیں ایسے مضامینِ شاعری
جنگل ہو جیسے کوئی گھنیرا خیال میں

لگتا ہے ناز راہ میں لُٹ جائے گی غزل
آیا ہے قافیہ جو لُٹیرا خیال میں

غزل

دل سے ترا خیال نکالا نہیں گیا
تا عمر روشنی کا حوالہ نہیں گیا

ورنہ ہمیں کہاں تھا بچھڑنے کا حوصلہ
وہ حکم تھا کسی کا جو ٹالا نہیں گیا

یہ دل کا زنگ یوں ہی اُترتا نہیں میاں
جب تک کہ آنسوؤں سے کھنگالا نہیں گیا

وہ سکہ جو ہمیشہ چلے اس جہان میں
اب تک کسی مشین میں ڈھالا نہیں گیا

کشمیرِ دل پذیر کو تقسیم کر دیا
ہم سے تو یہ خزانہ سنبھالا نہیں گیا

سو بار دیکھ بھال کے سو بار دھو چکے
پھر بھی ہماری دال سے ''کالا'' نہیں گیا

ہر امتحاں سے ناز گزر کر دِکھا دیا
لیکن یقیں کی آنکھ کا جالا نہیں گیا

نازیہ حسین

نام نازیہ ابدالی، قلمی نام نازیہؔ حسین، تخلص نازیہؔ۔ لائبریری اینڈ انفارمیشن سائنس میں ماسٹرز کیا ہوا ہے۔ اِسی پیشے سے وابستہ رہی ہیں۔ کراچی سے تعلق ہے اور وہیں مقیم بھی ہیں۔ شاعری کی باقاعدہ ابتداء ۲۰۱۶ء سے کی جو تاحال جاری ہے۔ اصنافِ سخن میں نظم، غزل اور قطعات میں قلم آرائی کو پسند فرماتی ہیں۔ کتاب تاحال کوئی شائع نہیں ہوئی، تاہم اس ضمن میں مستقبل کے بارے میں پرامید ہیں۔ ان کا نمائندہ شعر ہے ؎

تضحیک بے کسوں کی نہیں ٹھیک نازیہؔ
کشکول میں نہ ڈالئے سکہ اچھال کے

غزل

گمراہ کر نہ دیں اُنہیں آ کر خیال میں
سو مارتے ہیں وہ ہمیں کنکر خیال میں

جس کو تراش کر کیا دلبر خیال میں
آتا ہے بار بار وہ پیکر خیال میں

ویسے تو محفلوں میں گزرتا ہے دن مرا
سجتی ہے ایک بزم بھی شب بھر خیال میں

تم سے جدائی کو مجھے عرصہ ہوا مگر
آتے ہیں روز یاد کے لشکر خیال میں

جب بھی جلاؤ دوست وفا کے چراغ تم
رکھنا ضرور مکر کی صرصر خیال میں

مانگو دعا ضرور ہی برسات کی مگر
رکھ کر سدا غریب کا چھپر خیال میں

ملتا ہے نازیہ کو جلا کر تمہیں ہی کیا
آ کر ستم ہی کرتے ہو کیونکر خیال میں

غزل

ہجر کے دکھ کو یوں پالا میں نے
درد کو شعروں میں ڈھالا میں نے

لوگ مجھ کو وہی ڈس لیتے ہیں
آستیں میں جنہیں پالا میں نے

بعد تیرے کبھی جاناں میں نے
رنگ پہنا نہیں کالا میں نے

جو تیری اور نہ جائے ہم دم
خود کو اس راہ نہ ڈالا میں نے

تیری باتوں سے گڑا تھا جو اک
دل میں رکھا نہیں بھالا میں نے

اک سزا خود کو سنائی میں نے
ڈال لی عشق کی مالا میں نے

دفن ہیں راز ہی کتنے دل میں
قفل ہونٹوں پہ سو ڈالا میں نے

فکر کے در نئے کھولے رکھے
نہ دیا سوچ کو تالا میں نے

نازؔیہ چاند سے باتیں کر کے
پھر کسی یاد کو ٹالا میں نے

قاری نسیم منگلوری

نام نسیم احمد، تخلص قاری نسیم منگلوری، تعلیم حفظ و تجوید، ایم اے اردو، ایم اے تاریخ، ڈپلومہ ان جرنلزم اینڈ ماس کمنیوکیشن۔ درس و تدریس اور صحافت کے پیشے سے وابستہ ہیں۔ قصبہ منگلور ضلع ہری دوار، اتراکھنڈ، قصبہ منگلور میں رہائش پذیر ہیں۔ شاعری کی ابتداء ۲۰۰۱ء میں ہوئی۔ اصنافِ سخن میں حمد، نعت، منقبت، غزلیں اور نظمیں پسندیدہ ابلاغ کے ذرائع ہیں۔ اکتسابِ سخن قاضی سید عرشی کاظمی صاحب سے حاصل کیا۔ دو کتابیں "ہم نے کیا کھویا کیا پایا" اور "عورت نماز کیسے ادا کرے" شائع ہو چکی ہیں۔ آنے والی تصانیف میں شعری مجموعہ "بوئے نسیم"، "کلامِ قاضی سید عرشی کاظمی"، "خوشحال زندگی کے سنہری اصول"، "گلستانِ مصطفیٰ (نعتیہ و منقبتی مجموعہ)" اور "منگلور تاریخ کے آئینہ میں (ہندی)" شامل ہیں۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے ؎

جسے ہم نے بخشا عروجِ فن، جسے فرش سے ہے کیا بلند
اُسی کم نظر کی نگاہ میں، نہ میں کچھ نہ میرا مقام ہے

ای میل ایڈریس qarinaseemmanglouri@gmail.com

نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ان کے آنے سے ہر سو اجالا ہوا
آئینہ کفر و ظلمت کا کالا ہوا

پڑھ کے تفسیر شمس الضحیٰ دیکھئے
نور ہے نوری سانچے میں ڈھالا ہوا

زندگی بحر عصیاں میں غرقاب تھی
میرا بیڑا ہے ان کا نکالا ہوا

دیکھ کر جس کو موسیٰ کو غش آ گیا
مصطفیٰ دیکھ کر ہوش والا ہوا

اے نسیم اس کے ماضی پہ مت جایئے
نسبت دیں سے جو ہم پیالا ہوا

منقبت

یہ کس نے کہہ دیا تمھیں تنہا حسینؓ ہے
پرجا ہیں ہم حسین کی راجا حسینؓ ہے

اس کے تخیلات کی عید سعید ہے
جس کے یقین عرش کا ہالا حسینؓ ہے

دوزخ کی آگ چھو نہیں سکتی کبھی اسے
جس کی نظر میں حسن دوبالا حسینؓ ہے

وہ قہر ذوالجلال سے محفوظ کیوں نہ ہو
محشر کی سخت دھوپ میں جس کا حسینؓ ہے

اذہانِ تنگ کی تو رسائی کا ذکر کیا
اہلِ خرد کی عقل سے بالا حسینؓ ہے

کرب و بلا سے آکے یہ بولی نسیم صبح
اس کائناتِ نور کا چندا حسینؓ ہے

غزل

سمت منزل قدم نکالا ہے
بس خدا لاج رکھنے والا ہے

میرے ارمانوں کا گلا یاروں
مصلحت نے مروڑ، ڈالا ہے

جب سے ٹوٹا غرور محلوں کا
تب سے کٹیوں میں بھی اجالا ہے

کس کو ذلت کی ٹھوکریں ہوں نصیب
جانے رب کس کا بول بالا ہے

کیا خبر تھی کہ آستیں میں نسیم
آج تک ہم نے سانپ پالا ہے

نورالعلمہ حسن

نام نورالعلمہ حسن (تخلص کوئی نہیں، یہی قلمی اور پیدائشی نام ہے)۔ڈاؤ میڈیکل کالج، کراچی میں ایم بی بی ایس سالِ دوم کی طالبہ ہیں۔طالبِ طب، معلّمہ، ادیبہ، بلاگر سبھی کچھ ہیں۔پاکستان کے شہرِ بے مثال کراچی سے تعلق ہے اور وہیں رہائش پذیر بھی ہیں۔شاعری کی ابتداء واللہ اعلم بالصواب، غالباً اسکول کے زمانے سے ہوئی۔کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی، نہ ہی مستقبل قریب میں امکان ہے۔اِن کا نمائندہ شعر ہے ۔

باوزن خیالوں کے اظہار کی خاطر میں
پیمانے ترے سارے رد کرتی تھی، کرتی ہوں

ازبسکہ سہارا مت جانو اسے میرا تم
آزاد ہی لکھتی تھی، آزاد ہی لکھتی ہوں

موضوع کوئی بھی ہو، ہے فکر جدا اپنی
خوش کرنا نہیں شیوہ، "حق" کے لئے لکھتی ہوں

ای میل elmah98@gmail.com

موج

خیال و فکر میرے یہ عجب ابہام ہیں
مہمل کبھی ہیں اور کبھی الہام ہیں
اپنا ہی استہزا کبھی یہ ہیں
حقیقت سے کبھی یہ انضمام وضم بھی اتنا ہی۔۔۔
کبھی اوروں کو تحریکِ امامت دیں،
کبھی میرے لیے ہی انقسام از حد۔۔۔
یہ ہیں دل کو کبھی کر دینے والے بس شکستہ سا۔۔۔
کبھی وسعت میں جیسے ازدحام وارمغاں یہ ہیں،
کبھی مجھ پر تحکم یہ جتائیں اور
کبھی اوروں کے زیرِ دام ہو جائیں
ہیں اشکوں کی روانی یہ
ہیں وجہِ ابتسام وانبساط وشادمانی یہ

ہیں طولِ ارض بھی
اور ہیں سمندر کی یہ گہرائی
یہ بحروں کی ہیں گویا بے کرانی بھی
گہر یہ وہ جو طاقت رکھتے ہیں جوہر کی
فہم و عقل کے قلزم سے جب قرطاس پہ آ کر ابھر جائیں

نور پاتوری

نام نور احمد، تخلص پاتوریؔ، قلمی نام نورؔ پاتوری، تعلیم میٹرک، درس و تدریس کے پیشے سے وابستہ رہے ہیں، ان دنوں ریٹائرمنٹ کی زندگی گزار رہے ہیں۔ اکولہ مہاراشٹر، بھارت سے تعلق ہے اور وہیں رہائش پذیر ہیں۔ شاعری کی ابتداء ۱۹۶۵ء میں کی جو تا حال جاری ہے۔ اصنافِ سخن میں حمد، نعت، غزل اور نظم کو اظہار کا ذریعہ بنایا ہوا ہے۔ حمد و نعت اور ارکانِ خمسہ کی طویل نظموں کا مجموعہ ''امانت'' اور شاعری کا ایک اور مجموعہ ''گرد باد'' کے نام سے شائع ہوا۔ مجموعۂ غزلیات ''صبحِ نو'' کے نام سے شائع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے

کل مرے آنگن میں آیا کھیلتا اک گرد باد
خط کے پرزے پھاڑ کر پھینکے ہوئے لوٹا دئے

ای میل noorpaturi505@gmail.com

غزل

ڈوبا ہوا ہے دل ترے اکثر خیال میں
اڈا ہوا ہے جیسے سمندر خیال میں

ہر ہر قدم پہ ہیں تری یادوں کے سلسلے
سو بار بجلیاں گریں ہم پر خیال میں

ہیں قید گھر کی چار دیواری میں ہم مگر
ہوتے ہیں جلوہ گر کئی منظر خیال میں

رقصاں تصورات کی دنیا ہے آج کل
چھایا ہوا ہے کوئی ستمگر خیال میں

ایمان اور یقین کی جلوہ فشانیاں
ہے نور ذہن و دل میں منور خیال میں

نوید ظفر کیانی

نام نوید کیانی، تخلص ظفرؔ، تعلیم ایم ایس سی (کمپیوٹر سائنس)، پشتینی تعلق کنٹیام، گوجر خان سے ہے تاہم رہائش اسلام آباد میں اختیار کیے ہوئے ہیں۔ایک نیم سرکاری ادارے میں ملازمت کر رہے ہیں۔شاعری کی ابتدا بچپن سے ہوئی۔ پسندیدہ اصنافِ سخن میں حمد، نعت، غزل، لمرک، ہائیکو، قطعات، انشائیہ، فکاہیہ مضمون، ڈرامہ وغیرہ شامل ہیں۔"ارمغانِ ابتسام" کے نام سے ایک طنز و مزاح پر مبنی دو ماہی برقی مجلّہ بھی جاری کر رکھا ہے۔شاعری کی بہت سی برقی کتابیں شائع ہو چکی ہیں، جن میں جہانِ دگر، اور بارش ہو، ڈنکے کی چوٹ، ڈھول کا پول، زبان درازیاں، کھری کھری، دگڑ دگڑ وغیرہ شامل ہیں۔

ای میل nzkiani@gmail.com

غزل

خود کو بنا کے آپ کا دُولہا خیال میں
کرتے ہیں آپ اپنا تماشا خیال میں

ہونا ہے اُس کی چلمن سے ایسا اشارہ بھی
ڈالیں گے کوئے یار میں بھنگڑا (خیال میں)

جیسے جہاد یہ بھی عدو کے خلاف ہو
لہرا کے رہ گئے ہیں وہ مُکا خیال میں

جو دل کی بات تھی وہ کسی کو سنا ہی دی
تقریر کر کے رہ گیا گونگا خیال میں

ہم عید تو منائیں گے، مہنگائی ہے تو کیا
قربان کر کے آئیں گے بکرا خیال میں

مکار کس قدر ہیں کلینر بسوں کے بھی
دے کر چلے ہیں ہم کو بقایا خیال میں

یوں دانت کچکچائے ہمیں دیکھ دیکھ کر
کچا ہی جیسے کھائے گا انڈیا خیال میں

ناخن بڑھا کے زخم ہی دینا ہے سوچ کو
بس ٹانٹ ہی کھجائے گا گنجا خیال میں

پچھلی دفعہ بھی چائے انڈیلی تھی ناک میں
آئے نہ اب وہ شوخ خدایا خیال میں

ڈر ہے یہاں بھی ہم کو فتِنے منہ نہ بول دے
دیکھے جو ہم کو شعر سُناتا خیال میں

نہلا کے اُس کو بھیجا ہے ابرِ شریر نے
جو تھا سدا سے چاند کا ٹکڑا خیال میں

جب فیس بک پہ آئے گا، رہ پائے گا کہاں
کچھ فلسفہ تو جھاڑے گا بونگا خیال میں

غزل

چشمِ دلبر نہ ہو، بھالا ہو تو کیا کرتے ہیں
اِس قدر رُوپ نکالا ہو تو کیا کرتے ہیں

ہو جو پُر لطف بہانہ تو بھرم رہ جائے
یار نے سر سے ہی ٹالا ہو تو کیا کرتے ہیں

اُس پڑھاکو نے مجھے نامۂ الفت لکھا
علمی و ادبی مقالہ ہو تو کیا کرتے ہیں

ناز و انداز سے جو ''اَتّی'' مچائے ہوئے ہو
نام بھی اُس کا ''اُجالا'' ہو تو کیا کرتے ہیں

دال کو اُس نے معمہ سا بنا رکھا ہے
اس میں بریانی مسالا ہو تو کیا کرتے ہیں

جس کی انگنائی میں پھیلی ہوئی دہشت ہے، بہت
وہی ہونے والا سالا ہو تو کیا کرتے ہیں

پارلر میں سے نکلتی ہو کہیں فصلِ خزاں
اور چہرہ گل و لالہ ہو تو کیا کرتے ہیں

گھر میں دے رکھی ہو ظالم نے ڈنر کی دعوت
اور دروازے پہ تالا ہو تو کیا کرتے ہیں

عشق چپ چاپ تو کشمیر نہیں بن سکتا
حسن شعلۂ جوالا ہو تو کیا کرتے ہیں

ہیر رانجھے کی کہانی ہو، پر اب کے کھیڑا
کوئی پھپھو، کوئی خالہ ہو تو کیا کرتے ہیں

پاؤں پھیلانے کو کھولی ہو فقط سہ مرلہ
آرزو چار کنالہ ہو تو کیا کرتے ہیں

جیسے بر میں تمھیں درکار ہے حسنِ وافر
وہ بھی یہ ڈھونڈنے والا ہو تو کیا کرتے ہیں

مسئلہ جو تیرے غصے نے کیا ہے پیدا
اُس کا حل صرف حلالہ ہو تو کیا کرتے ہیں

گرمجوشی سے بہت میں تو ملا تھا اُس سے
پھر بھی وہ بولا نہ چالا ہو تو کیا کرتے ہیں

جس کے اِن باکس سے بے نیل و مرام آیا ہوں
وہ اگر اپنی غزالہ ہو تو کیا کرتے ہیں

شبِ دیجور ہو، بجلی بھی ہو غائب غلہ
اور مہمان بھی کالا ہو تو کیا کرتے ہیں

ایسا اندازِ تخاطب ہو کہ جل بھن جاؤں
صورتِ بیضا اُبالا ہو تو کیا کرتے ہیں

اُن کے ''ڈر'' کہنے سے بھی باز نہ آئے ہرگز
کوئی اِس درجہ جیالا ہو تو کیا کرتے ہیں

کوئی روزی کا ہو دشمن تو اُسے لات جڑیں
ہم نوالہ و پیالہ ہو تو کیا کرتے ہیں

جالا

دنیا میں آگہی کا
ہر باب وا ہوا ہے
عقل و جنوں کا رستہ
ہر سو سجا ہوا ہے
حیرت کا ایک منظر
اب جا بجا ہوا ہے
ہر نگری جادو نگری
ہر فن نیا ہوا ہے
سائنس کا گویا جگ میں
جھنڈا گڑا ہوا ہے
پاتال تا ہمالہ
بازیچہ سا ہوا ہے

شب ہو گئی ہے روشن
دن ماسوا ہوا ہے
فکر و نظر کا طائر
اب پر کشا ہوا ہے
مریخ ہو کہ زہرہ
اِک نقشِ پا ہوا ہے
سب کچھ ہے ٹھیک لیکن
یہ ہم کو کیا ہوا ہے
جب فیض بخشِ ایماں
نورِ حرا ہوا ہے
طیبہ سے ہر کسی کو
سورج ملا ہوا ہے
پھر جانے ہر مسلماں
کیوں بے ضیا ہوا ہے
کیوں قلب و جاں میں سب کے
اک جھٹپٹا ہوا ہے

اذہان پر یہ کیسا
جالا تنا ہوا ہے
سوچو خدارا سوچو
کیا ماجرا ہوا ہے

نیّر جونپوری

نام شاہد الحق شاہد، قلمی نام نیَّر جونپوری، جونپور، اتر پردیش، انڈیا میں رہائش پذیر ہیں۔ایم اے و فاضلِ دینیات کر رکھا ہے۔مصروفیات تعلیم و شعر و شاعری ہے۔آغاز شاعری دورانِ طالب علمی میں ہی کر دیا تھا جو تاحال جاری ہے۔اِن کے پسندیدہ شاعر احمد فراز، پروین شاکر، منور رانا وغیرہ ہیں۔استاد باقاعدہ طور پر کوئی نہیں مگر جن سے جو سیکھا انہیں غائبانہ استاد تسلیم کرتا ہوں۔کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی تاہم ایک مجموعۂ کلام نغمات الاسرار و گلدستہ نعت زیرِ طبع ہے۔اِن کا نمائندہ شعر ہے ؎

یارب دعا ہے دولتِ افکار بخش دے
دل کو ہمارے الفتِ سرکار بخش دے

غزل

اُن کا وجود جب ہمیں آیا خیال میں
سب اک طرف سے مٹتے ہی پایا خیال میں

ان کی ادائے ناز کو ہم کیسے بھول جائیں
سب اک طرف سے نقش ہے چھایا خیال میں

ان کے ہی دم قدم سے ہے ہر لمحہ تابناک
اس طرح ان کی یاد سجایا خیال میں

ہر زاویے سے دیکھنا چاہا تھا جب کبھی
رہ رہ کے ہم نے خود ہی گھمایا خیال میں

وہ میرے دل کے چین ہیں، صبر و قرار ہیں
اس واسطے انھیں ہے بسایا خیال میں

فکر و نظر کو دے کے طہارت بصد خلوص
ان کی محبتوں کو جمایا خیال میں

پھر کبھی جو روٹھے وہ نادانی پر مری
ان کے لیے میں خود کو ستایا خیال میں

غزل

وادئ عشق کا انداز نرالا دیکھا
اس کے عاشق کو تہہ گریہ و نالا دیکھا

اس کی آنکھوں پہ پڑا دھند و جالا دیکھا
جس نے انصاف نہ کی ظلم سنبھالا دیکھا

آؤ اک روز عیادت کو چلے چلتے ہیں
ان کی خوشیوں سے دلِ من میں اجالا دیکھا

اُنکے صدقے میں سدا خوشیاں ہی خوشیاں ہونگی
پاس جن کے بھی اطاعت کا وہ مالا دیکھا

سارے اصحاب نظر آئے شہ دیں کے قریب
درمیاں چاند کے جس طرح سے ہالہ دیکھا

جو کشادہ کیے دامن کو وہ صدقہ پائے
مِرے سرکار نے گورا نہ ہی کالا دیکھا

جن کے اخلاق زمانے میں حسیں ہوتے ہیں
سب کے مابین انھیں برتر و بالا دیکھا

کام آتی ہے ہر اک موڑ پہ نیکی سب کو
اس کی برکت سے گناہوں کا ازالہ دیکھا

بچپنے سے میں نبی پاک کا مداح بنا
ان کے اذکار سے گھر بار اُجالا دیکھا

ہوش آیا تو ہمیں گھر میں یہ ماحول ملا
اپنے ہاتھوں میں ترے در کا نوالہ دیکھا

جس کا حافظ ہو خدا کون مٹائے نیّرؔ
رب کی رحمت سے اسے اونچا، دوبالا دیکھا

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

اُن کے ہی دم سے ہر اک سمت اجالا دیکھا
مرتبہ جنکا ہر اک شے سے بھی اعلٰی دیکھا

جن کے حصے میں شہ دیں کی غلامی آئی
ہم نے ان سب کو بڑی خوبیوں والا دیکھا

ظاہراً دائی حلیمہ نے نبی کو پالا
میرے آقا نے مگر ان کو ہی پالا! دیکھا

جس نے سرکار دوعالم سے بغاوت کی ہے
اس کے چہرے کو ہر اک موڑ پہ کالا دیکھا

آمدِ سرور کونین کی برکت دیکھو
بابِ بت خانہ پہ لٹکا ہوا تالا دیکھا

راہ ہجرت مِرے سرکار پہ رب کی رحمت
ہیں جہاں آپ وہیں غار پہ جالا دیکھا

مشکلیں آ کے چلی جاتی ہیں فوراً نیّرؔ
اپنے کاندھے پہ دعاؤں کا دوشالہ دیکھا

ہاشم علی خان ہمدم

نام ہاشم علی خان، تخلص ہمدم، تاریخ پیدائش ۷ رجولائی ۱۹۷۳ء کو دنیا میں تشریف لائے۔ تعلیم ایم اے (اردو، انگریزی)، ایجوکیشن، (پی ٹی سی، سی ٹی، بی ایڈ) وغیرہ ہیں۔ درس وتدریس (اردو، انگلش، ایجوکیشن، تربیت کار اساتذہ) سے وابستہ ہیں اور مستقل طور پر ایف جی ڈگری کالج واہ کینٹ میں لیکچرار اردو کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ رہائش خودہ تحصیل حسن ابدال ضلع اٹک، پنجاب، پاکستان میں ہے۔ شاعری ۱۹۹۴ء میں کالج دور سے شروع کی۔ اصناف سخن میں حمد، نعت، سلام، منقبت، غزل، نظم، طنز ومزاح پر طبع آزمائی فرما چکے ہیں۔ مختصر شعری مجموعہ "موج غزل" شائع ہو چکا ہے۔ حمد، نعت، منقبت، سلام منتخب دیوان اور غزلیات پر مشتمل ڈیڑھ درجن کتب زیرِ اشاعت ہیں۔ نمائندہ شعر ہے۔

یہ کس نے مجھ پہ محبت کا دم کیا ہوا ہے
کہ اپنے آپ سے ملنا بھی کم کیا ہوا ہے

ای میل ایڈریس itshamdam@mail.com

غزل

یہ کون رو برو ہوا خیال ہی خیال میں
بدل رہا ہے آئنہ خیال ہی خیال میں

گمان سے یقین تک ، یقین سے گمان تک
کہاں کہاں پہنچ گیا؟ خیال ہی خیال میں

دل و نظر کا دائرہ بھی مستقل نہیں رہا
ادھر ادھر بکھر چکا ، خیال ہی خیال میں

ترا وجود پا گیا، میں خود سے دور آ گیا
ہوا عجیب سلسلہ خیال ہی خیال میں

دماغ و دل کا فاصلہ ہمارے درمیان تھا
سو طے کیا یہ مرحلہ خیال ہی خیال میں

بھنور میں بادبان اور ہوا کا رنگ دیکھ کر
کدھر گیا ہے ناخدا خیال ہی خیال میں

یہ کیا ہوا؟ کہ کھو گیا ہے کوئی خواب میں
رسا ہوا ہے نارسا خیال ہی خیال میں

ترا سراغ مل سکا نہ عرش پر نہ فرش پر
نہ ابتدا ، نہ انتہا، خیال ہی خیال میں

حنوط کر دیا گیا ہوں سوچتے ہوئے کہیں
جمود ہے نہ ارتقا خیال ہی خیال میں

زباں پہ میرے دل کی بات آتے آتے رہ گئی
ادا ہوا ہے مدعا خیال ہی خیال میں

نظر نظر میں تو نے میرے دل پہ مہر ثبت کی
میں کر چکا تھا فیصلہ خیال ہی خیال میں

اداس کر کے بے سبب، حضور! یوں نہ جایئے
خموش سی ہے التجا خیال ہی خیال میں

نہیں نہیں، چلا نہیں گیا مجھے وہ چھوڑ کر
ملا ہے کوئی بے وفا خیال ہی خیال میں

کوئی گلاب کی طرح کھلا ہوا تھا سامنے
لبوں سے میں نے چھو لیا خیال ہی خیال میں

ہوس تو اور بھی کئی دکھا رہی تھی راستے
نظر پہ اکتفا کیا خیال ہی خیال میں

وہ دیکھنے میں جسم تھا مگر کوئی طلسم تھا
بدن سے ماورا کیا خیال ہی خیال میں

حدود سے گزر گیا کسی کا ہاتھ تھام کر
کیا ہے جرم بارہا خیال ہی خیال میں

سپردگی میں بندگی دوام تھی ، دوام ہے
یہ فرض بھی ادا کیا خیال ہی خیال میں

کوئی تو حرف نقش ہو برائے ہمدمِ سخن
ارید کی ہے کیمیا خیال ہی خیال میں

غزل

عجیب سا خیال تھا خیال ہی خیال میں
ترا خیال ہی رہا خیال ہی خیال میں

خیال ہی خیال میں تمام فیصلے ہوئے
میں تو ہوا، تو میں ہوا خیال ہی خیال میں

مجھے بھی آسمان سے پرے کی جستجو پڑی
بنا لیا ہے راستہ خیال ہی خیال میں

محبتوں کی بات چل رہی تھی خواب زار میں
سمٹ رہا تھا فاصلہ خیال ہی خیال میں

یہ داستاں نہیں مرا افسانۂ حیات ہے
بیاں کیا ہے ماجرا خیال ہی خیال میں

اُتر رہی تھی روشنی بدن کے آفتاب سے
سجی ہوئی تھی اپسرا خیال ہی خیال میں

یہ دل کا شہر ہے یہاں محبتوں کا راج ہے
کوئی نہیں ہے مسئلہ خیال ہی خیال میں

نظر میں رنگ آ گیا ، خوشی کا ڈھنگ آ گیا
برس گئی کوئی گھٹا خیال ہی خیال میں

ہوا اسیر ہے یہاں پہ کھڑکیاں بھی بند ہیں
جلا رہا ہوں بس دیا خیال ہی خیال میں

سو میں نے دل نکال کر کسی کے ہاتھ رکھ دیا
نہ طے ہوا یہ مرحلہ خیال ہی خیال میں

مٹا دیے ہیں درمیاں سے فون کے یہ سلسلے
سدا رہے گا رابطہ خیال ہی خیال میں

کوئی رِدا اس میں رہے، مرے وجود میں رہے
بنا رہا ہوں دائرہ خیال ہی خیال میں

عروسۂ خیال کا وجود باحجاب ہے
سو کر لیا ہے تخلیہ خیال ہی خیال میں

تری نظر سے دیکھنے لگا ہوں اپنے آپ کو
الٹ گیا ہے زاویہ خیال ہی خیال میں

محبتوں بھری غزل ہے سانس کی ردیف پر
ملا رہا ہوں قافیہ خیال ہی خیال میں

کوئی سرائے خواب سے نکل، مراد پا گیا
کسی کا کھیل داشتہ خیال ہی خیال میں

یہ آنکھ جو چھلک پڑی ہے چاند دیکھتے ہوئے
بپا ہوا ہے زلزلہ خیال ہی خیال میں

یہ وحشتیں یونہی نہیں وجود سے لپٹ گئیں
بچھڑ گئی ہے فاختہ خیال ہی خیال میں

یہ زندگی کا کھیل ہے ، محبتوں کا میل ہے
سنبھال دل کو صاحبہ ! خیال ہی خیال میں

یہ فلسفہ گری ترے شعور سے ہے ماورا
سو ہمدمِ وجود آ ، خیال ہی خیال میں

غزل

وقت گزرا، سوچ پر پہرہ بٹھا، جالا لگا
گھر کے دروازے پہ جیسے رہ گیا تالا لگا

روشنی کے رنگ سارے آئنے میں آ گئے
چاند چہرہ مسکرایا، نور کا ہالہ لگا

دھوپ نگری میں عجب احساس نے چونکا دیا
جسم ناپا تو مجھے سایہ مرا بالا لگا

غم گساری کرنے والے کی نگاہ عام سے
یوں لگا جیسے دل صد چاک پر بھالا لگا

عام چہرے بھی تجھے اچھے دکھائی دیں کبھی
آنکھ پر عینک نہیں اخلاص کا آلہ لگا

خون میں بہتے ہوئے حرف نمو کی دیر تھی
سرخ آنکھوں میں کوئی کھلتا ہوا لالہ لگا

رنگ ہی بدلا ہوا تھا، تیرگی تھی شہر میں
جس کو دیکھا روشنی میں وہ بدن کالا لگا

خوش خرامی تھی میسر، ہم نے دل بہلا لیا
نرم جھونکے کی طرح وہ برف کا گالہ لگا

لیک ویو سے دور جیسے اک جہاں آباد تھا
جھیل میں اترا ہوا منظر بنی گالہ لگا

ان بیٹھا ہے جو میرے گھر پرانے پیڑ پر
یہ پرندہ تو مجھے احساس میں پالا لگا

ضبط ایسا تھا کہ آنکھیں مسکرانے لگ گئیں
ہر چمکتا اشک مجھ کو سنگ میں ڈھالا لگا

آج پھر وحشت ہوئی، مجھ پر جنوں طاری ہوا
آج پھر سارا نظام دل تہ و بالا لگا

کیا کہوں میری نمائندہ غزل ہے کون سی
جو کہا تجھ پر وہی مصرع بہت اعلیٰ لگا

کچھ نہ کہہ، خاموش رہ، ہمدم فضائے جبر ہے
کیمرہ ہر موڑ پر ہے دیکھنے والا لگا

مشتری ہوشیار باش

کتاب کا نام	موجِ غزل کتابی سلسلہ نمبر ۱۷۴ تا ۱۷۵۔
تدوین و تصنیف	نوید ظفؔر کیانی۔
وضاحت	فیس بک عالمی ادبی گروپ موجِ غزل کیبالترتیب ''منفرد ردیف'' اور ''منفرد قافیہ'' رنگ کے تحت منعقدہ مشاعرہ نمبر ۱۷۴ بتاریخ ۱۷ اگست ۲۰۱۹ء اور مشاعرہ نمبر ۱۷۵ بتاریخ ۲۴ اگست ۲۰۱۹ء پر مبنی برقی کتاب۔ شعراء کی فہرست اُن کے ناموں کے ''حروفِ تہجی'' کی ترتیب سے مرتب کی گئی ہے۔

منتظمین	ہاشم علی خان ہمدؔم، نوید ظفؔر کیانی، روبینہ شاہین بیناؔ، قدسیہ ظہوؔر، نادیہ سحؔر۔
صفحات	۲۸۲
سالِ اشاعت	۲۰۱۹ء
پبلشر	مکتبۂ ارمغانِ ابتسام۔
ویب سائٹ	http://archive.org/details/@nzkiani
فیس بک	http://www.facebook.com/groups/1736109056634616
برقی ڈاک	mudeer.ai.new@gmail.com